ظفر برادرس تاجران کتب ظفر منزل لاہور کا سلسلہ تالیفات ۱۹

ابراہیم ادہم رح

محمد الدین فوق

قیمت ۱۲؍   سنہ ۱۹۲۷ء   بار دوم

شالامار باغ نوترمیم بلکہ سلسلہ جدید کا پہلا ایڈیشن۔ اس کتاب کو صرف باغ شالامار کی داستان نہ سمجھو اس کے مطالعہ سے شایقین تاریخ کو تاریخی آگاہی قومی مرثیہ پڑھنے والوں کو حسرت کا دفتر اور اہل بصیرت کو ایک موثر سبق حاصل ہوتا ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ (۸/)

تذکرہ علمائے لاہور لاہور کے ان بزرگ ہستیوں کے حالات جو علمی و صوفیانہ حلقوں میں سعدی و جامی اور بایزید ہو کر چکے ہیں۔ اور جن کی اکثریت نے اپنے علم و فضل کی پیشانی کو شاہان وقت کی چوکھٹ سے بچائے رکھا قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۱۰/)

سوانحعمری مولانا روم یعنی حضرت مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی مولانا روم کے مشہور و مبارک نام سے کون ناواقف ہے۔ آپ کی مثنوی ہست قرآن در زبان پہلوی کے نام سے مشہور ہے۔ ایسے بزرگ کے حالات زندگی کیسے عجیب کیسے سبق آموز اور اپنے اندر معرفت و حقائق کے کیا کیا گنجینے نذر رکھتے ہونگے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

تاریخ سیالکوٹ جس میں علامہ عبدالحکیم عرف فاضل سیالکوٹی کی علمی زندگی ان کی نادر تصانیف کا تذکرہ و تبصرہ اور اکبر جہانگیر، شاہجہان اور عالمگیر کے عہد زریں کے اعلیٰ علمی مرکز شہر سیالکوٹ کی تاریخ اور اس کے نامور اہل علم مشاہیر کے حالات کے علاوہ علامہ مرحوم کے مشہور واقعہ جن۔ اور ان کے مشہور عالم دو اہم مکتوبوں کا ذکر بھی ہے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے بیرسٹر ایٹ لا نے اس پر ایک مختصر سا دیباچہ بھی لکھا ہے قیمت دس آنہ ؛

تذکرہ صوفیائے لاہور اسی کتاب کا نام یادِ رفتگان بھی ہے۔ اس میں مشہور بزرگان لاہور کے حالات معہ ان کے مزارات کے درج ہیں۔ ڈاکٹر سر اقبال اور خواجہ حسن نظامی نے اس کو روحانی گائیڈ قرار دیا ہے۔ قیمت ۱۲/

ظفر برادرس تاجران کتب ظفر منزل لاہور

مختصر حالات

مفاتیح العلوم سیدنا حضرت ابراہیم ادہمؒ

حضرت ابراہیم ادہم کے حالات جن کتابوں سے مل سکے ہیں ان کے نام یہ ہیں :-

(۱) نفحات الانس مصنفہ مولانا عبدالرحمان جامیؒ جنھوں نے نفحات میں چھ سو سے زائد اولیائے اللہ اور بزرگان دین کے حالات لکھے ہیں -

(۲) تذکرۃ الاولیاء مصنفہ مولانا فریدالدین عطار قدس سرہ - جنہوں نے اپنی کتاب میں ۹۶ اولیائے کرام کے حالات کسیقدر تفصیل سے لکھے ہیں - اولیائے کرام کے حالات میں یہی کتابیں مستند اور مقبول سمجھی جاتی ہیں - اور کچھ شک نہیں کہ اگر ان کتابوں کا وجود نہوتا تو آج ہم کو اپنے بہت سے بزرگان دین کے حالات اور انکی دینی و مذہبی سرگرمیوں سے بہت کم واقفیت ہوتی - لیکن افسوس یہ ہے کہ ان بزرگان دین کی پیدائش ان کے بچپن کے حالات اور تاریخ وفات اور پیدائش سے وفات تک کے زمانہ کے عام ملکی و مذہبی واقعات اور دیگر قابل تقلید معاملات پر بہت کم روشنی ڈالی گئی ہے - البتہ خرق عادات کارناموں - کرامتوں اور بعض اور باتوں کے اظہار پر بہت زور دیا گیا ہے - چنانچہ حضرت ابراہیم ادہم جیسے مشہور بزرگ ولی اللہ جو اپنے زمانہ کے صدیق عالم سلوک و خداشناسی کے خزانے اور اور طریقت و شریعت اور حقیقت و معرفت سے پورا پورا مذاق رکھتے تھے - اور جو اس لئے بھی زیادہ مشہور ہیں کہ انہوں نے تخت و تاج کو چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی - کی تاریخ پیدائش تک کسی کتاب سے نہیں مل سکی - البتہ تذکرۃ الاولیاء میں اس قدر لکھا ہے کہ انہوں نے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہے - اور امام ابوحنیفہ کی صحبت حاصل کی ہے - بلکہ

ایک جگہ لکھا ہے کہ ان سے فیض بھی حاصل کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ جبکہ بنی اُمیہ کے خاندان کے پانچویں خلیفہ عبدالملک بن مروان کا عہد حکومت تھا۔ ان کی وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ اور یہ وہ زمانہ تھا۔ جب بنی اُمیہ کی قسمت گردش میں آچکی تھی اور عباسی خاندان کی حکومت لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ بٹھا رہی تھی۔ اور ابو جعفر منصور عباسی خاندان کا دوسرا خلیفہ تخت حکومت پر جلوہ افروز تھا۔ حضرت ابراہیم ادہم کی وفات کے متعلق نفحات الانس میں لکھا ہے۔ کہ سنہ ۱۶۱ھ یا سنہ ۱۶۲ھ اور بقول بعض سنہ ۱۶۶ھ میں واقعہ ہوئی ہے۔ اور تذکرۃ الاولیاء کے یہ الفاظ کہ آپ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی صحبت حاصل کی ہے۔ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام آپ سے عمر میں بزرگ یا بزرگتر تھے۔ اس قیاس پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ سنہ ۸۰ھ کے بعد اور ممکن ہے سنہ ۹۰ھ یا اس سے بھی کم و بیش کسی متصل سال میں پیدا ہوئے ہوں +

خاندان

آپ کا مولد اور وطن بلخ (ترکستان) تھا۔ وہیں آپ پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ نفحات الانس میں آپ کا شجرہ نسب اس طرح لکھا ہے۔ ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور بلخی اور لکھا ہے۔ آپ شاہزادوں میں سے تھے۔ اور تذکرۃ الاولیاء سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ خود بھی صاحب تخت و تاج اور ملک بلخ پر حکمران رہے ہیں۔ چنانچہ اصل الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ اور ایک جہان آپ کا فرمانبردار تھا۔ چوبدار اور خدام چالیس زرین ڈھالیں آگے اور چالیس گرز پیچھے لے کر چلتے تھے۔ ایسا ناز و نعم سے پلا ہوا شخص جس نے پادشاہی محلوں میں پرورش پائی ہو۔ اور جس کے ارد گرد سینکڑوں اور ہزاروں لونڈیاں اور غلام خدمت کیلئے موجود رہتے ہیں۔ اور جسکے ایک اشارہ ہی سے ہر چیز حاضر اور میسر ہو سکتی ہو۔ عرش پر فرش اکسیر پر خاک۔ آبادی پر ویرانہ۔ پھول پر کانٹے بادشاہی پر فقیری۔ سیر شکمی پر فقر و فاقہ

شاہی پر خرقۂ درویشی اور تخت پر تختہ کو ترجیح دینے اور ترجیح کیا بلکہ عملاً اور فعلاً اور قولاً ثابت کردے۔ فی الواقعہ ہم دُنیا کے بندوں اور ظاہر بینوں کے لئے ایک عجیب اور حیرت انگیز بات ہے ۔

بچپن

پُرانے تذکرہ نویسوں خصوصاً جن لوگوں نے اولیائے کرام کے حالات لکھے ہیں تاریخی باتوں مثلاً سنہ پیدائش کے واقعہ کے ساتھ کسی سنہ تاریخ کے ذکر یا بچپن کے حالات کی طرف بہت کم توجہ رکھی ہے ۔ البتہ خوارق عادات ۔ کرامتوں اور ایسی ہی اور باتوں پر بہت زور دیا ہے ۔ اور ان کو تفصیل سے لکھا ہے ۔ جن میں اکثر گودساز کار اور بے مصرف ہیں ۔ حضرت ابراہیم ادھم کے جسقدر حالات تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس سے مل سکے ہیں ۔ ان میں سوائے واقعۂ وفات کے (اور تعجب ہے کہ اس میں بھی اختلاف ہے ۔) اور کسی واقعہ یا کسی تذکرہ کے ساتھ کسی سنہ یا تاریخ کا حوالہ نہیں دیا گیا ۔ اور اسی لئے موجودہ تذکرہ نویسوں کو کسی بزرگ یا ہیرو کے حالات ترتیب دینے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ اور اپنے قیاس و تخیلات سے مدد لینی پڑتی ہے ۔ آپ کے بچپن کے حالات بھی آپ کی تاریخ پیدائش کی طرح نہیں مل سکے بلکہ نہیں مل سکتے ۔ البتہ یہ کھُلا ہوا راز ہے ۔ کہ آپ بادشاہ کے بیٹے تھے ۔ بادشاہی محلات میں اسی طریق سے پرورش پائی جس طرح اور شاہزادے ناز و نعمت سے پلا کرتے ہیں ۔ آپ سے بھی بچپن میں وہی حرکات ظاہر ہوتی ہونگی ۔ جیسی اور بچوں سے اس بے پرواہی و بے خبری کے عالم میں ہو جایا کرتی ہیں ۔

تخت چھوڑنے کی وجہ

اتنا تو ثابت ہوتا ہے ۔ کہ آپ صاحب تخت تھے ۔ اور بلخ کے ملک پر حکمرانی کرتے رہے ہیں ۔ لیکن اتنا لکھنا کسی صاحب نے گوارا نہیں کیا ۔ کہ آپ کس عمر میں

اور کس سنہ میں بلخ کے تخت پر متمکن ہوئے۔ آپ تک بادشاہی کی اور حکمرانی کی لذت چکھنے۔ کے کتنے عرصہ کے بعد دولت فقر کو اس نعمت دُنیا پر ترجیح دی۔ البتہ تخت شاہی سے دست بردار ہونے کی وجوہات جو مختلف کتابوں سے ملتی ہیں۔ وہ بہ حیثیت مجموعی ملتی جلتی ہیں۔

آپ کا بچپن تو شاہزادوں کے بچپن کی طرح ہی گذرا ہوگا۔ لیکن آپ کے متعلق کے حالات پر جب نظر جاتی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی تعلیم و تربیت پر کافی نگہداشت کی گئی ہوگی۔ اور ایسے حاشیہ نشینوں کی صحبت سے جو اُمراء و رؤساء کے دل و دماغ میں ابتداہی سے سامان تعیش کی محبت پیدا کر دیتے ہیں بچایا گیا ہوگا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ حکمران ہو کر بھی آپ طلب مولیٰ میں نہایت بیقراری ظاہر کیا کرتے رات دن ذکر الٰہی میں رہا کرتے اور خوف خدا سے کانپتے رہا کرتے تھے۔

بادشاہی محل میں اونٹ کی تلاش

ایک رات شاہی محل میں بستر خواب پر آرام فرما رہے تھے چھت پر کھڑکھڑاہٹ اور کسی کے شور و غل سے آنکھ کھل گئی۔ بقول صاحب تذکرۃ الاولیاء یہ آدھی رات کا وقت تھا۔ اور کھڑکھڑاہٹ سے چھت کا ہلنا معلوم ہو رہا تھا۔ آپ چونکے اور ہیبت زدہ ہو کر غلام کو تفتیش حالات کے لیے دوڑایا وہ محل کے اوپر گیا۔ وہاں ایک اجنبی کو دیکھا۔ اور اس کو پکڑ کر حضور میں پیش کیا۔ فرمایا۔ بے وقت اور بے خبری کے طور پر محل میں آنے کی کیا وجہ ہے؟ اور تو ہے کون؟ جس نے ایسی جسارت سے کام لیا ہے!

اجنبی۔ میں آشنا ہی ہوں مجھے ساربان کہتے ہیں۔ میرا ایک اونٹ کھو گیا ہے، اس کی تلاش میں سرگردان پھر رہا ہوں!

سلطان۔ نادان! بادشاہی محلوں میں اونٹ کی تلاش کرتے ہو۔ اور پھر

چھت کے اوپر۔ تمہارا مقصد در اصل کچھ اور معلوم ہوتا ہے۔

اجنبی - اے غافل بادشاہ۔ مجھ سے بھی زیادہ نادان وہ شخص ہے جو اطلسی جامہ پہن کر خدا کی تلاش کرتا ہے۔ اور پھر زریں تخت پر جلوہ افروز اور شاہی محلوں میں قیام پذیر ہوکر۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے۔ تو وہ غلطی پر ہے در اصل اس کا مقصد کچھ اور ہے۔

سلطان - اس جواب پر ہیبت زدہ ہوگیا۔ اُس کے چہرے سے حیرانی۔ استعجاب اور فکر مندی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اُس کے اندر ایک ایسی آگ پیدا ہوگئی جس نے اس کے جاہ و تجمل کی چیزوں اور شاہانہ شان و شوکت کے انبار کو خاک سیاہ کر دیا۔

اجنبی - (بادشاہ کو لاجواب دیکھکر) جب خدا کی ایک ادنی اسی مخلوق شاہی محلوں میں نہیں ملسکتی۔ تو سوچو اور غور کرو کہ خود خدا ان تکلفات کے سامانوں اور آرائیشی محلوں میں کس طرح ملسکتا ہے۔

اجنبی تو یہ کہکر نظروں سے غایب ہو گیا۔ اور سلطان کو صبح تک بستر پر کروٹ بدلنے اور بیقراری و بے چینی کے عالم میں پڑے رہنے کے لئے چھوڑ گیا۔

یہ ایوان شاہی ہے سرائے نہیں

علے الصباح حسب معمول دربار عام ہوا۔ امیر و وزیر سب اپنی اپنی جگہ پر آبیٹھے۔ غلام صف باندہ کر مؤدب کھڑے ہو گئے۔ سلطان ابراہیم ادہم بھی تشریف لائے سلامی ہوئی۔ امیر وزیر حسب مراتب کورنش بجا لائے سلطان نے تخت پر قدم رکھا۔ اور ان کے بیٹھنے کے ساتھ ہی تمام درباری بھی جو پہلے مؤدب کھڑے ہوگئے تھے بیٹھ گئے۔ سلطان کے چہرے سے حزن وملال کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اُمرا وزرا طبیعت کے اس تغیر کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن لب کشائی کی جرأت نہ کرسکتے تھے۔

دربار میں ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دفعتاً ایک ہیبت ناک آدمی جلکے رُعب نے کسی کو اُس کے روکنے کی اجازت نہ دی۔ تمام پہرے داروں اور ننگی تلواریں لئے ہوئے باڈی گارڈوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر سیدھا تخت شاہی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

سلطان۔ تم کون ہو جو اس بے جگری کے ساتھ بھرے دربار میں بغیر کسی ادب اداب کے چلے آئے ہو!

اجنبی میں کون ہوں! مسافر ہوں! اور اس سرائے میں جس کو آپ بھرا دربار کہتے ہیں۔ اُترنا چاہتا ہوں۔

سلطان۔ یہ سرائے نہیں محل شاہی ہے!

اجنبی۔ آپ سے پہلے یہ کس کی ملکیت تھا۔

سلطان۔ میرے باپ کی!

اجنبی۔ اور اس سے پہلے اس کا کون مالک تھا۔

سلطان۔ میرا دادا۔

اجنبی۔ اور اس سے پہلے۔

سلطان میرے دادا کا باپ یعنی میرا پردادا۔

اجنبی۔ اے غافل سلطان! جو تعریفیں تم نے کی ہیں۔ وہ محل شاہی پر نہیں بلکہ اصل معنوں میں ایک سرائے پر جس میں مسافروں کی آمد و رفت رہتی ہے عاید ہو سکتی ہیں۔ تم سے پہلے کئی لوگ اس سرائے میں آئے اور چلے گئے۔ اور اب کسی اور کیلئے یہ سرا تم کو بھی چھوڑنی پڑے گی۔

اجنبی یہ کہہ کر اسی بے جگری کے ساتھ واپس چلا گیا جس دلیری و جلاوت کے ساتھ وہ دربار میں داخل ہوا تھا۔ اجنبی کے جانے کے بعد سلطان پر ایک سکتہ سا طاری ہو گیا۔ دربار برخاست کر دیا۔ اور کنج خلوت کے تفکرات و پریشانیوں سے (ہم انجمن سمجھتے ہیں۔ خلوت ہی کیوں نہ ہو۔ کے مزے لینے لگا۔

سلطان ابراہیم ادہم شکار گاہ میں

آدھی رات کو ایک ساربان کے شاہی محل میں آنے اور بھرے دربار میں ایک ہیبت ناک شخص کے بے محابا چلے آنے سے سلطان کی طبیعت میں جو قلق و تغیر پیدا ہوا اس نے اضطراب سوزش اور درد کی صورت پیدا کر دی۔ اُمراؤ وزراء اقعات کو دیکھ کر اللھم احفظہ الی اللہ (اس کو نگاہ رکھ) کا ورد کر رہے تھے۔ اور حیران و متفکر تھے کہ خدا جانے یہ واقعات کون سے انقلاب عظیم کا پیش خیمہ ثابت ہونے والے ہیں۔ ایک دن جب سلطان کا اضطراب حد سے بڑھ گیا تو حکم دیا گھوڑے پر زین ڈالو۔ ہم دل بہلانے کے لئے شکار گاہ جائیں۔ یہ موجودہ حالت کب تک رہے گی۔ ارشاد خسروی کی تعمیل میں دیر صرف اسی قدر تھی کہ زبان سے نہیں نکلا تھا۔ اب اُدھر زبان سے تیاری کے الفاظ نکلے۔ اُدھر کسا کسایا گھوڑا معہ ایک جماعت فوج کے موجود تھا۔

سلطان ایک وسیع اور لق و دق جنگل میں چلا گیا۔ اور کسی نہ کسی طرح اپنے لشکر سے جدا ہو گیا۔ اچانک ایک آواز سنی بیدار ہو۔ اِس سُستی میں کب تک رہے گا چند لمحہ کے بعد پھر یہی آواز سُنائی دی۔ تیسری دفعہ پھر یہی آواز آئی۔ اور چوتھی دفعہ اس آواز کے ساتھ یہ الفاظ بھی شامل ہو گئے "بیدار ہو۔ ورنہ موت کے زبردست نقارہ سے تجھ کو بیدار کیا جائے گا۔ ان آوازوں کے سننے سے سلطان کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اِدھر اُدھر دیکھتا تھا۔ مگر کوئی نظر نہ آتا تھا۔ ابھی اسی بیخودی کے عالم میں تھا۔ کہ ایک ہرن نظر پڑا۔ چاہا کہ اُس کو تیر کا نشانہ بنا کر اپنی تفریح کا سامان پیدا کرے ہرن کو خدا نے طاقت گویائی دی۔ اور وہ بولا ؎

تجھ پہ نثار ہوں میں مجھ پہ نثار تو ہے۔
تیرا شکار میں ہوں میرا شکار تو ہے۔

ابراہیم! میں تو تجھے شکار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ تم الٹا مجھے شکار کرنا چاہتے

ہو۔ کیا خدا نے تم کو اسی کام کے لئے پیدا کیا ہے۔
سلطان نے کہا۔ خداوندا یہ کیا حالت ہے۔ کیا کیفیت ہے۔ کیا جذبہ اور کیا عالم ہے۔ جو مجھے نظر آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ سنہری زین کے پالان سے بھی اور آخر میں گریبان کے تکمہ سے بھی یہی آوازیں آ رہی ہیں۔ اے کاشف الرموز! مجھے کیوں سرگردانی میں ڈال رکھا ہے۔ اپنے کشف کے دروازے کھول! اور میرے دلکو اطمینان نصیب کر۔ یہ کہکر بادشاہ اس قدر رویا کہ آنکھوں کے چشمے خشک ہو گئے۔

سلطان ابراہیم خرقہ درویشی میں

سلطان بغیر کسی ارادے اور بغیر کسی مقصد کے جنگل میں چلا جاتا تھا۔ بقول شاعر ؎

ماندانیم کہ منزل گہہ مقصود کجا ست
اینقدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

اسی حالت میں ایک چرواہے کو دیکھا جو بالکل فقیرانہ کپڑے پہنے بھیڑیں اور بکریاں چرا رہا تھا۔ اس چرواہے کو جو اطمینان قلب حاصل تھا۔ اسی سے ظاہر ہے۔ کہ وہ مزے سے لیٹا ہوا گا رہا تھا۔ اور بادشاہ کو جو فکر لاحق تھا۔ اس کا اندازہ اسی امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ نہ دن کو چین تھا۔ نہ راتکو نیند! چلا جاتا تھا۔ لیکن یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ میری منزل اور میرا قیام کہاں ہوگا۔ سچ کہا ہے شاعر نے ؎

شاہوں کو بھی نہیں یہ بیفکریاں میسر
چرواہا جس مزے سے بھیڑیں چرا رہا ہے۔

غرض بادشاہ نے جواہرات سے جڑا ہوا تاج اور زربفت کا جامہ اس چرواہے کو دیدیا۔ اور اس کے کپڑے جن کے چیتھڑے نظر آ رہے تھے۔ اور جو بالکل بوسیدہ تھے آپ پہن لئے ؎

شال وزربفت مبارک تمہیں دولتمند
ہمکو کمبل میں دوشالے کا مزا ملتا ہے۔

یہ وہ دن تھا جب بلخ کی بادشاہی ایک چرواہے کے پھٹے ہوئے کپڑوں کے معاوضہ میں فروخت ہو رہی تھی۔ یہ وہ دن تھا جب گدائی نے بادشاہی اور فقر و فاقہ نے شاہانہ تکلفات کو مغلوب کر کے اسکا عملی نمونہ دکھا دیا یہ وہ دن تھا جب خدا نے لباس فاخرہ اتروا کر خلعت فقر زیب تن کرایا۔ اور عالم ملکوت کی ذرا ذرا چیز اسکی نظر وںکے سامنے کر دی۔ یہی وہ دن تھا۔ اور یہی وہ ساعت تھی جب سلطان ابراہیم والئے بلخ نے امور مملکت کے تمام جھگڑوں اور وزرا امرا کے مشوروں اور دیگر مہمات ملکی سے ہمیشہ کیلئے نجات حاصل کر کے اپنا نام صرف ابراہیمؒ ادہم رکھ لیا۔

غرض گھوڑا ابھی جو طلائی ساز و سامان سے سجا ہوا تھا۔ چرواہے کے ناپاک کپڑوں پر نثار کر دیا گیا۔ اور آپ پا پیادہ جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل گئے۔

نیشاپور کی ایک غار میں مجاہدے اور ریاضتیں

شاہانہ لباس اتارنے اور فقر کی گودڑی پہننے کے بعد جو واقعہ خدا تعالیٰ کیطرف سے سب سے پہلے پیش آیا اور اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی عنایت جو آپ کے شامل حال ہوئی اس کو مولانا فرید الدین عطار نے جو خود بھی کفر و اسلام کے مقابلہ میں ذرہ درد دل کے بھوکے تھے۔ تذکرۃ الاولیاء میں قلمبند کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ آپ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے جنگلوں اور پہاڑوں میں پھر رہے تھے۔ کہ ایک مقام پر ایک اندھے شخص کو دیکھا۔ جو ایک خوفناک پل پر سے گذر رہا تھا اور جسکے گرنے میں بہت تھوڑی ہی کسر باقی تھی۔ آپ نے اس خیال سے کہ اگر آواز دی۔ تو اندیشہ ہے کہ گھبرا کر وہ گر ہی نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ بار الہا اسکو اپنی حفاظت میں رکھ! خدا کی قدرت وہ اندھا شخص ہوا میں لٹکا ہوا کھڑا رہ گیا آپ نے اسکو پکڑ کر کھینچ لیا۔

اندھے نے کہا۔ الھہ الھہ یہ کون خدا کا بزرگ ہے جس نے مجھے معلق کر دیا تھا غرض یہ ابتدائی برکت تھی۔ اور پہلی کرامت تھی۔ جو آپ سے ظاہر ہوئی۔ اور جس کی انتہا یہ ہے۔ کہ شیخ جنید نے آپکو "مفاتیح العلوم" اور حضرت امام ابوحنیفہ نے آپکو سیدنا ابراہیم کے نام سے پکارا ہے۔

اس واقعہ کے ظہور کے بعد آپ نیشاپور چلے گئے۔ وہاں ایک بہت بڑی غار ہے نوسال اس غار میں بسر کئے۔ اور کون جانتا ہے۔ کہ اس میں کس قدر مجاہدے اور ریاضتیں کی ہیں۔ سیدنا ابراہیم کا قاعدہ تھا کہ جمعرات کے دن غار سے باہر نکلتے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر کے شہر میں لے جاتے اس کو بیچ کر خود روٹی کھاتے اور دوسرے درویشوں کو کھلایا کرتے اور جمعہ کی نماز پڑھکر واپس آیا کرتے تھے۔ کوئی نہیں معلوم کر سکتا تھا۔ کہ یہ لکڑیاں بیچنے والا شخص جو اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھائے روٹی کے پیسے کما رہا ہے۔ اور ان پیسوں میں سے بھی درویشوں کا حصہ برابر رکھتا ہے۔ کسی ملک کا بادشاہ رہا ہے۔ اور اس کے جلو میں فوجیں سوار اور پیادہ رہی ہیں۔ آپ نے نفس کشی میں کمال کر دیا ہے۔ جہانتک ہو سکتا تھا۔ آپ آرام اور آسایش سے کوسوں بھاگتے تھے۔ اور اپنے بادشاہ ہونے یا بادشاہی ترک کر کے ولی کامل ہونے کا کبھی خیال بھی دلمیں نہ لاتے تھے۔

ایک دفعہ جاڑے کے موسم میں جبکہ اس غار کے اندر بھی سخت سردی محسوس ہو رہی تھی۔ آپکو نماز کیلئے پانی کی ضرورت تھی۔ لیکن پانی کا دستیاب ہونا مشکل تھا۔ غار سے باہر نکلے۔ سوائے برف کے تودوں کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی غرض برف کو توڑا اور اس سے وضو کیا اور صبح تک نماز ہی میں مشغول رہے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد جب سردی محسوس ہونے لگی۔ تو خیال آیا۔ کہ اگر آگ ملجاتی تو اچھا ہوتا۔ قدرت الہٰی سے ایک پوستین۔ آپکی پشت پہ آپڑی۔ جس سے آپکی سردی کافور ہو گئی۔ آپکو نیند نے غلبہ کیا۔ اور آپ کچھ دیر کیلئے سو گئے۔ جب جاگے۔ تو دیکھا ایک بہت بڑا سانپ گرد حلقہ کئے ہوئے ہے جسکے منہ سے گرم گرم شعلے نکل

رہے ہیں۔ یہ حالت دیکھکر آپ نے فریاد کی اور کہا۔ خداوندا معلوم نہیں تو نے اسکو لطف کی صورت میں بھیجا ہے۔ یا قہر کی شکل میں لیکن اس وقت وہ مجھے قہر اور موت اور غضب کی مجسم شکل نظر آرہا ہے۔ میں اس قہر کے برداشت کرنیکی طاقت نہیں رکھتا۔ مجھے اس سے نجات دے یہ سنکر اژدہا نے اپنے منہ کو زمین پر ملا۔ یعنی تواضع بجا لاکر اپنی انکساری کا ثبوت دیا۔ اور غار سے باہر چلا گیا۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام ایک عبرت خیز منظر میں

ایک دفعہ آپ ایسے مقام پر پونہچے۔ جہاں عراق کے آدمی احرام باندھتے ہیں اور جسکو ذات العرق کہتے ہیں۔ وہاں آپ نے ستر گودڑی پوش آدمیوں کو دیکھا جو مُردہ پڑے ہوئے تھے۔ صرف ایک باقی تھا۔ اور وہ بھی نیم جانوں کی طرح تڑپ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا! اے شخص یہ کیا حالت ہے۔ اس نے کہا اے ابراہیم! دُور نہ جا دوری مہجوری کا باعث ہے۔ اور نزدیک نہ آکہ قربت سے رنجوری ہوگی۔ بس ہماری نصیحت یہ ہے۔ کہ اس دوست سے ہمیشہ ترسان ولرزان رہو جو ذرا سی لغزش پر اپنے حاجی دوستوں کو بھی کافروں کی مانند مارتا اور اُن سے جنگ کرتا ہے۔ میں کون ہوں؟ اور یہ کون تھے؟ اس کی تفصیل میں نہ جاؤ لیکن مختصر یہ ہے کہ ہم سب صوفی اور حاجی تھے۔ ہم نے عہد کیا تھا۔ کہ ہمارا چلنا پھرنا ہمارا سونا اور جاگنا ہمارا اٹھنا اور بیٹھنا سب خدا ہی کیلئے ہوگا۔ اور ہم ایک لمحہ کے لیئے بھی اسکے پاک نام سے غافل نہ ہونگے۔ مگر جب ہم اس جگہ پہونچے جہاں یہ لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ جہاں عراق کے آدمی احرام باندھا کرتے ہیں۔ تو حضرت خضر علیہ السلام ہمارے پاس پہنچے۔ ہم ان کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے انکو سلام کیا۔ اور ان سے باتوں میں مشغول ہوئے۔ اس اثنا میں ہمکو غیب سے آواز آئی۔ اے جھوٹا دعوے کرنے والو! کیا یہی قول اور یہی وعدہ تھا کہ ذرا سی خوشی میں مجھ کو بھلا دیا۔ اور

ہمارے ذکر میں ایک اور ذکر شروع کردیا۔ اس عہد شکنی اور ذکر الٰہی کے اس ترک کے تاوان میں تمہاری جان طلب کیجاتی ہے۔ سیدنا ابراہیمؒ فرماتے ہیں یہ سُنکر مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ مگر دل کڑا کرکے میں نے اُس سے پوچھا۔ تم کیوں اس سزا سے بچ رہے۔ کہا میں ابھی کچا ہوں جان کھوتا ہوں تاکہ میں پختہ ہوجاؤں۔ یہ کہا اور جان دیدی۔

غور کرنا چاہئیے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے چند لمحوں کے لئے غافل ہونے کی یہ سزا ہے۔ تو ان لوگوں کا جو رات دن بلکہ ساری عمر فسق و فجور او دنیا کے دھندوں میں معروف اور خدا کی یاد سے غافل مطلق رہتے ہیں۔ کیا انجام ہوگا۔ سیدنا ابراہیم پر اس واقعہ کا کیا اثر ہوُا ان کے قلب نے اس منظر سے کیا حاصل کیا مندرجہ ذیل واقعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

آپ ایک دن سڑک پر جا رہے تھے۔ رستے میں ایک شرابی کو دیکھا۔ جو بدرو میں پڑا تھا اور جسکا منہ کیچڑ اور غلاظت سے لتھڑا ہوا تھا۔ آپ نے خدا کے پاک نام کی توقیر کو مدنظر رکھکر فرمایا! ابراہیمؒ! اس جوان مدہوش کے منہ سے بقائے ہوش و ہواس کے عالم میں ایک دو دفعہ ضرور خدا کا پیارا نام نکلا ہوگا۔ جس منہ سے وہ پیارا نام نکلے۔ کیا وہ منہ غلاظت اور کیچڑ اور نجاست میں پڑا رہنا چاہئیے۔ اور میری موجودگی میں! غرض آپ پانی لائے اس کے منہ کو دھویا۔ اور بدررو سے باہر نکالکر آپ آگے تشریف لے گئے۔ جب اسے ہوش آیا اور لوگوں نے سیدنا ابراہیم کے آنے اور اس کا منہ دھونے کا واقعہ سُنایا تو وہ سخت نادم ہوُا اور اسنے شراب سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرلی۔

حضرت ابراہیم کو بشارت ہوئی کہ ابراہیم تو نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیلئے اس مست و مدہوش کے منہ کو صاف کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے سینے کو امراض قلبی سے صاف کردیا ہے۔

امراض قلبی سے انکا سینہ یہانتک صاف ہوا کہ جو چیز چاہتے مہیّا ہوجاتی تھی اور جس مشکل کو دور کرنا لوگوں کے لئے ناممکن ہوتا تھا۔ وہ ان کے نزدیک ایک معمولی

اور بالکل آسان بات تھی۔

الٰہی اپنے کلام پاک کا صدقہ

نام الٰہی کی عزت و حرمت آپ کیا کرتے تھے وہ مندرجہ عنوان واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ ایک شرابی کا جسکے نزدیک کوئی بھی نہ جاتا تھا محض اس لئے معاف کیا کہ اس منہ سے کبھی نہ کبھی اپنے خدائے پاک کا نام بھی لیا ہو گا۔ نام الٰہی کیطرح کلام الٰہی کی عظمت اور اُس کا ادب و احترام بھی حد سے زیادہ کرتے تھے چنانچہ آپ ایک دن کشتی پر سوار تھے دریا طغیانی پر تھا ہوا کے تھپیڑوں سے کشتی اور اہل کشتی دونوں ہلاکت کے قریب تھے آپ نے قرآن شریف ہاتھ میں لیکر اور ہاتھ کو بلند کر کے کہا الٰہی! تو دیکھتا ہے کہ تیرا کلام پاک ہمارے پاس اور تیرا نام مبارک ہمارے لبوں پر ہے۔ اور ہم غرق ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت کے الفاظ ابھی ختم نہیں ہوئے تھے کہ دریا کا جوش و خروش صبر و سکون سے بدل گیا۔ ہوا تھم گئی اور کشتی کنارے پہ جا لگی ÷

سیدنا ابراہیمؒ کی اپنے بیٹے سے پہلی اور آخری ملاقات

تخت سلطنت سے دست بردار ہونے کے وقت حضرت ابراہیم ادہم جوان عمر کے تھے بلکہ گھر میں ایک فرزند بھی موجود تھا۔ جو آپ کے بلخ سے روانہ ہونیکے زمانہ میں شیر خوار تھا۔ جب اس نے ہوش سنبھالا۔ اور اس کو باپ کے واقعہ کا علم ہوا۔ تو اس نے ماں سے مکہ معظمہ میں جہاں حضرت ابراہیم مقیم تھے۔ جانے اور زیارت حج سے مشرف ہونیکی اجازت مانگی چنانچہ اس نے اجازت دیدی۔ اور خود بھی ساتھ ہی تیار ہو گئی۔ قریباً چار ہزار آدمی اس قافلہ کیساتھ تھے۔ اور ان سب کا خرچ اس نے اپنی گرہ سے ادا کیا جب مکہ میں پہنچا۔ تو مسجد میں گودڑی پوشوں کی ایک جماعت دیکھی۔ پوچھا ابراہیم ادہم

کو جانتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ کیوں نہیں وہ تو ہم سب کا شیخ ہے۔ لیکن اسوقت وہ جنگل میں لکڑیاں لانے کیلئے گیا ہوا ہے۔ وہ ان کو بیچے گا۔ اور جو کچھ حاصل ہوگا۔ اس سے ہمارے لئے روٹی لائے گا۔ باپ کی یہ کیفیت سنکر بیٹے کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ محبت نے انتظار کی بھی فرصت نہ دی۔ اور جنگل کا پتہ دریافت کرکے ان کی تلاش میں نکل گیا۔ ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا گردن پر رکھے ہوئے آرہا ہے۔ باپ کا یہ حال دیکھ کر بیٹے کے دل کی عجیب کیفیت ہوئی مگر ضبط و تحمل سے کام لیکر اس ضعیف مرد کے پیچھے پیچھے روانہ ہوگیا بازار میں آکر سیدنا ابراہیم نے آواز دی! کوئی ہے جو حلال کے بدلے حلال کو خرید لے ایک شخص نے کچھ روٹیاں دیکر ان لکڑیوں کو خرید لیا۔ آپ روٹیاں درویشوں اور اصحابوں کے پاس لائے اور خود نماز میں مشغول ہوگئے۔

سیدنا ابراہیم بے ریش اور خوبصورت لڑکوں کی صحبت سے کنارہ کش رہنے اور انکے اپنے پاس نہ رکھنے کی سخت تاکید کیا کرتے تھے اور سب اصحاب ان کی نصیحت پر عمل پیرا تھے مگر جب حاجی لوگ کعبہ کے طواف میں مشغول ہوئے اور حضرت ابراہیم بھی! اور ان کا بیٹا بھی تو آپکی نگاہ ناگہاں بیٹے پر جا پڑی طواف سے فارغ ہونیکے بعد اصحاب نے کہا یہ کیا معاملہ ہے ہمکو تو یہ نصیحت کہ کسی بے ریش لڑکے پر نظر بھی نہ ڈالو اور خود ایک بے ریش صاحب جمال غلام کے ساتھ طواف کیا ہے۔ فرمایا تم کو معلوم ہے جب میں تخت و تاج چھوڑ کر بلخ سے روانہ ہوا میرا ایک شیر خوار بچہ بھی تھا معلوم ہوتا ہے وہ لڑکا جس پر نگاہ پڑی ہے۔ میرا ہی بیٹا ہے۔ دوسرے دن اس امر کی تحقیق کیلئے ایک درویش بلخ کے قافلہ میں گیا۔ اور شاہزادہ بلخ کے خیمہ میں اس کی اجازت سے داخل ہوا۔ دیکھا کہ وہ لڑکا قرآن شریف پڑھ رہا ہے۔ اور زار زار رو رہا ہے۔

درویش۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔

شہزادہ۔ میرا وطن بلخ ہے۔

درویش۔ کس کے بیٹے ہو۔

شہزادہ۔ یہ سُن کر رو پڑا۔ اور کہا میں نے اپنے باپ کو نہیں دیکھا۔ مگر کل ایک

آدمی کو جنگل میں لکڑیاں ڈھوتے اور بازاریں بیچتے دیکھا ہے ۔میں نہیں کہہ سکتا میرا باپ وُہی ہے یا کوئی اور ہے ۔ اور ڈرتا ہوں کہ اگر اس کو بتادوں تو وہ یہاں سے بھی بھاگ جائے گا۔ وہ پہلے ہی بھاگا ہوا ہے۔

درویش ۔ میرے ساتھ آؤ میں تمکو ان کے پاس لے چلوں وہی ابراہیم ادھم ہے ۔ اور وہی تمہارا باپ ہے ۔

غرض درویش کے ہمراہ دونوں ماں بیٹا حضرت کے پاس گئے ۔جب عورت نے جو کسی زمانہ میں ملکہ بلخ کے نام سے مشہور تھی اپنے خاوند کو جو کبھی بلخ کے تخت پر صاحب حکومت رہا تھا ۔ دیکھا تو بے اختیار ایک چیخ نکل گئی ۔ اور بیٹے سے کہا ۔ کہ یہی شخص تیرا باپ ہے مجمع میں جس قدر درویش اور اصحاب اور دیگر لوگ تھے سب نے فریاد کی اور یہ دونوں ماں بیٹا توزار زار رو رہے ۔ اور ڈاڑھیں مار رہے تھے ایک کہرام مچ گیا ۔ لڑکا جب ہوش میں آیا ۔ تو حضرت کو سلام کیا ! آپ نے سلام کا جواب دے کر چھاتی سے لگا یا اور پوچھا ۔

باپ ۔ تو کس دین پر ہے ۔

بیٹا ۔ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حقہ پر ہوں ۔

باپ الحمد اللہ ! کیا قرآن بھی پڑھا ہے ۔

بیٹا ۔ ہاں حضرت پڑھا ہے ۔

باپ الحمد اللہ ! علم دین سے بھی کچھ واقفیت ہے ۔

بیٹا ۔ ہاں قبلہ ! ہے ۔

اس کے بعد حضرت نے چاہا کہ بیٹا اُن کے سامنے سے چلا جائے ۔ مگر اُس نے اُن کا دامن نہ چھوڑا ۔ آپ کی عورت نے بھی منت سماجت کی آپ نے اس مشکل سے نجات حاصل کرنے کے لئے آسمان کیطرف مُنہ اُٹھایا اور کہا الٰہی اغثنی اے اللہ میری مدد کر دعا کے الفاظ ابھی ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ لڑکے نے تڑپ کر جان دیدی ۔

اصحاب نے پوچھا ۔ یا حضرت ! یہ کیا ماجرا اور کیسی سنگدلی ہے ۔ فرمایا جب میں نے

اس کو چھاتی سے لگایا۔ تو اس کی محبت نے میرے دل میں جوش مارا۔ آواز آئی اے ابراہیم ہماری دوستی اور محبت میں کسی دوسرے کی شرکت کر گیا یعنے۔ ہم شرکت کو خواہ وہ کسی قسم کی ہو پسند نہیں کرتے۔ عورت اور فرزند کی محبت رکھنی ہے۔ تو ہمارے ساتھ تعلقات قطع کر دے۔ جب میں نے یہ آواز سنی تو دعا کی اے رب المغفرت! میری اور تیری محبت میں جو حجاب اور پردہ حائل ہو گیا ہے۔ اس کو دور کر دے۔ خواہ وہ حجاب میری ذات ہے۔ یا کسی اور کی! دعا قبول ہو گئی اور لڑکا گذر گیا۔ اس میں استعجاب وحیرت کی کیا بات ہے۔

روزی کون پہنچاتا ہے روزی دینے والے سے پوچھیے

ایک دفعہ آپ کسی جنگل میں جا نکلے۔ وہاں دیکھا ایک شخص خدا کی عبادت میں مصروف ہے۔ اور یہ ایسا جو لناک مقام تھا۔ کہ میلوں تک کسی آدمی کا نام ونشان نظر نہ آتا تھا۔ جب اُس نیک مرد کو عبادت سے فرصت ہوئی۔ تو آپ نے پوچھا! آپ کو یہاں روزی کس طرح پہنچتی ہو گی۔ اس نیک مرد نے جواب دیا! ابراہیم یہ بات روزی دینے والے سے پوچھئے۔ مجھے ان فضول باتوں سے کیا سروکار! اس جواب نے آپ کے دل پر ایسا اثر کیا کہ آپ گھنٹوں تک اس ندامت میں رہے کہ انہوں نے ایسا سوال ہی کیوں کیا۔ جس سے ایسا لاجواب جواب سننا پڑا! سچ ہے۔ ؎

پہنچاتا ہے مخلوق کو ہر حال میں روزی
ہے جملہ خلائق کا تو ہی پالنے والا
ہو جائے جو واقف تو قناعت کے مزے سے
دے ہاتھ سے اپنے وہ تیرے منہ میں نوالا

سالک کے دل کے تین پردے

جب سالک کے دل سے تین پردے اُٹھ جائیں تو تمام جہان کی نعمتیں اس کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہم ان پردوں کی تفصیل اس طرح کرتے ہیں (۱) اگر دونوں جہان کی سلطنت بھی تجھے مل جائے تو اس پر غرور نہ کر۔ کیونکہ غرور کا انجام ذلت ہوتا ہے۔ (۲) اگر دونوں جہان کی سلطنت تجھ سے چھین لی جائے تو افلاس اور تنگی کے سبب غمناک نہ ہو۔ کیونکہ یہ غصہ اور غضب کی علامت ہے۔ (۳) اپنی تعریف اور کسی کی نوازش و عنایت پر فریفتہ نہ ہو۔ کیونکہ جو آدمی دوسروں کے سہارے پر جیتا ہے۔ اس کی ہمت کم اور حقیر ہو جاتی ہے اور حقیر آدمی محجوب ہوتا ہے۔ اس لیئے دوسروں کے سہارے کے ساتھ اپنی بلند ہمتی کو بھی قایم رکھنا چاہیئے +

قول سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے

ایک شخص نے نماز روزے کی پابندی کا دعوٰے کرکے کہا کہ دین کے واسطے لوگوں سے لڑائیاں بھی لیتا ہوں۔ حج بھی کر آیا ہوں۔ لیکن وہ مرتبہ نہیں ملا جو خاصان خدا کو ملا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر اولیا ءاللہ کی فہرست میں نام لکھانا منظور ہے۔ تو اپنے دل کو غیر کے ذکر سے خالی کر دے۔ حلال طعام کو کھا۔ صرف روزے رکھنے نماز پڑھنے اور حج کرنے سے مردان خدا کا رتبہ نہیں ملتا۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔ اگر نماز خلوص کے ساتھ ہو۔ روزہ خاص اللہ کے لیئے ہو۔ روزی حلال ہو۔ آنکھ کان۔ زبان اور ہاتھ پیر سب خدا ہی کی راہ میں استعمال ہوتے۔ تو تجھے ایسا سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ ~ خلوص دل سے جو ہوتی تو ہم بھی اے زاہد

تیری نماز کو جُھک کر سلام کر لیتے !

تونگری پر درویشی کو ترجیح

ایک دن آپ کو طعام دستیاب نہ ہو سکا۔ فرمایا الٰہی! شکرانہ کے لئے چار رکعت نماز ادا کرتا ہوں۔ لیکن دوسرے دن بھی کھانا نہ مل سکا۔ پھر چار رکعت نماز ادا کی اور سات رات تک ایسا ہی ہوتا رہا جب ضعف پیدا ہوا۔ تو کہا الٰہی اگر اس وقت کچھ کھانے کو بھیج دے تو مناسب ہے۔ اسی وقت ایک شخص آیا اور کہا حضرت کھانا تیار ہے۔ غریب خانہ پر تشریف لے چلئے۔ چنانچہ اس کے ہمراہ اس کے مکان پر گئے۔ اس شخص نے ایک نعرہ مارا۔ اور کہا آپ نے مجھے پہچانا نہیں میں آپ کا غلام ہوں اس زمانہ سے جب آپ بلخ کے ملک کے بادشاہ تھے میرے پاس بہت کچھ ہے اور جو کچھ ہے وہ سب آپ کی ملک ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھکو آزاد کر دیا۔ اور جو کچھ تیرے پاس ہے۔ وہ بھی تجھے بخشدیا۔ لیکن اب مجھکو اجازت دے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ پھر فرمایا خداوندا میں نے تو روٹی کا ایک ٹکڑا مانگا تھا تو نے دنیا کی دولت میرے سامنے لا رکھی ہے

اسی طرح ایک شخص آپ کے سابقہ جاہ و جلال کے حالات سن کر ایک ہزار درہم آپ کی نذر کے لئے لایا۔ آپ نے فرمایا میرا تو ایسا کوئی کاروبار نہیں جس میں روپیہ کی ضرورت ہو۔ اس لئے یہ روپیہ واپس لے جاؤ میں نہ درویش ہوں نہ درویشوں کا سردار بلکہ میں تو گداگر ہوں۔ اور گدائی سے اپنا پیٹ پال سکتا ہوں۔ اس قدر چاندی کے عوض میرا نام کیوں فقیروں کی صف سے مٹانا چاہتے ہو۔ اس پر آپ نے فرمایا "ہم نے درویشی کی تلاش کی تو تونگری ملی دوسروں نے تونگری کی تلاش کی تو درویشی پائی اور حقیقت بھی یہ ہے۔ کہ جو شخص دولت فقر کیلئے بادشاہی کی نعمت پر لات مار دیتا ہے۔ اس کو کوئی ترغیب اور کوئی تحریص بھی ڈگمگانے کی طاقت نہیں رکھتی۔

مردانِ خدا دنیاوی استقبال کے خواہشمند نہیں

بلخ کی سلطنت چھوڑنے کے بعد چودہ سال تک آپ جنگلوں اور بیابانوں میں پھرتے رہے ہیں۔ پندرہویں سال آپ مکہ معظمہ پونچے۔ وہاں پیشتر ہی سے آپ کی شہرت ہو گئی تھی۔ حرم کے بزرگوں کو جب آپ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی۔ تو استقبال کی تیاریاں کرنے لگے۔ آپ نظر بچا کر اپنے قافلہ سے الگ ہو گئے۔ اور اکیلے ہی شہر کی جانب چل دیئے۔ راہ میں بزرگانِ حرم کے خدام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا حضرت ابراہیم ادہم کہیں نزدیک ہی ہیں۔ آپ نے کہا ایسے آدمی سے جو ظاہر میں ایمان رکھتا ہے۔ اور باطن میں کافر ہے۔ مل کر کیا کرو گے۔ وہ تو زندیق ہے۔ خدام نے اس بے ادبی و گستاخی پہ آپ کو زدو کوب کیا۔ غرض آپ ان سے چھٹکارا حاصل کر کے شہر میں آ گئے اور اپنے نفس سے کہا حرم کے بزرگوں کو اپنے استقبال کے لئے بلاتا ہے۔ اور اپنی شان و شوکت دکھاتا ہے۔ اب اس جسارت کی سزا دیکھ لی۔ آخر لوگوں نے آپ کو پہچان لیا۔ اور جن خادموں نے آپ کو مارا تھا۔ انہوں نے معذرت طلب کی۔ تذکرۃ الاولیا میں لکھا ہے۔ کہ آپ جب تک مکہ معظمہ میں رہے مزدوری اور کسب حلال سے کھاتے رہے۔ کبھی لکڑیاں بیچ کر گزارہ کرتے اور کبھی باغبانی کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رمضان شریف کے دنوں میں آپ دن بھر گھاس کھودتے شام کو اس کی فروخت سے جو کچھ ملتا مسکینوں کو اس سے کھانا کھلا دیتے۔ اور خود پانی سے روزہ افطار فرماتے۔ کہاں ہیں۔ دنیاوی بادشاہ ذرا آئیں اور میری سرکار کے کاسہ بار کو بھی دیکھیں ؛

خدا اور خلق خدا کی خدمت کی بے نظیر مثالیں

انسانی ہمدردی اور عجز و انکسار اور صبر و قناعت کے

عدیم المثال واقعات

ایک دفعہ حضرت سہل بن ابراہیمؒ اور حضرت سیدنا ابراہیم ادہم رح ہمسفر تھے حضرت سہل کا بیان ہے۔ کہ میں اتفاق سے بیمار ہوگیا۔ حضرت ابراہیم کے پاس جو کچھ تھا وہ میرے علاج معالجہ پر خرچ کر دیا۔ یہاں تک کہ سواری کا گدھا بھی بیچ دیا۔ جب میں نے تندرست ہو کر گدھے کی بابت دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ وہ تو فروخت کر دیا۔ میں نے کہا۔ مجھ سے پیدل تو چلا نہ جائیگا۔ پھر کیا ہوگا۔ فرمایا میرے کندھوں پر سوار ہو جاؤ۔ حضرت سہل لکھتے ہیں۔ کئی منزلوں تک وہ مجھے اپنے کندھوں پر بٹھا کر لے گئے۔

ایک دفعہ سفر میں آپ کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا۔ ابھی پندرہ دن کا سفر باقی تھا۔ لیکن کسی ساتھی پر اپنی تکلیف نہ ظاہر ہونے دی۔ اور جس طرح ہو سکا گذارہ کیا۔

آپ نے کئی مرتبہ حج کیا۔ اور بالعموم پا پیادہ۔ اور اس پر چاہ زمزم کے ڈول سے کبھی پانی نہیں پیا۔ کیونکہ اس ڈول کی قیمت خزانہ شاہی سے آئی تھی۔

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ آپ اپنے اوقات کو کس شغل میں بسر کرتے ہیں۔ فرمایا میرے صرف چار ہی شغل ہیں۔ اور میرا دن رات انہیں کی بجا آوری میں صرف ہو جاتا ہے۔ اول خدا کی طرف سے جب کوئی نعمت پہنچتی ہے۔ تو اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ جب عبادت کا وقت آتا ہے۔ تو کمال خشوع و خضوع کے ساتھ پوری توجہ اور اخلاص سے اس میں مصروف ہوتا ہوں۔ جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے۔ تو صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اور جب کوئی گناہ سرزد

ہوجاتا ہے۔ تو توبہ و استغفار اور گریہ و زاری میں محو رہتا ہوں سے بقول

ہم نے کیا کیا نہ تیرے ہجر میں محبوب کیا
صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا

ایک دفعہ آپ بہت بڑے مشائخ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اہل مجلس نے آپ کو اندر جانے سے روکا اور کہا ابھی تک بادشاہی کی ناپاکی تیرے وجود سے نہیں گئی پہلے اپنے آپ کو مشائخ کی مجلس کے لائق بنالو۔ پھر اس طرف آنے کی جرأت کرنا۔ فرماتے ہیں۔ بادشاہی ترک کئے کئی سال ہوگئے تھے۔ لیکن خدا جانے کون سی ایسی بات سرزد ہوگئی کہ یہ تلخ کلام سننا پڑا۔

آپ کے تین دوست ایک مسجد میں مقیم تھے۔ ایک رات بڑی سخت سردی تھی اور ہوا بھی چل رہی تھی۔ جب آپ کے دوست سو گئے۔ تو آپ مسجد کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے۔ اور صبح تک اُسی حالت میں کھڑے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوا اور وہ دوست بیدار ہوئے تو انہوں نے آپ سے دروازہ میں کھڑا ہونے کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا۔ ہوا نہایت سرد تھی۔ اور دروازہ محراب کا کوئی نہ تھا۔ اس لئے میں دروازہ میں کھڑا ہوگیا تاکہ ہوا کچھ تو کم ہو جائے۔

آپ کبھی مربع صورت یعنی چار زانو نہیں بیٹھا کرتے تھے۔ یاران مجلس نے اس کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا۔ ایک دن میں چار زانو بیٹھا ہوا تھا۔ آواز آئی اے ادہم کے بیٹے کیا غلام اپنے آقا کے سامنے اسی طرح بیٹھا کرتے ہیں۔ اس دن سے میں نے چار زانو بیٹھنا ترک کر دیا۔ اور اب دو زانو بیٹھا کرتا ہوں +

لوگوں نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا۔ ابراہیم تم کس کے بندے ہو۔ بجائے اس کے کہ آپ جواب میں اللہ تعالیٰ کا نام لے دیتے کانپ کر رونے اور خاک پر لوٹنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اُٹھے اور فرمایا "ان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمان" یعنی اس میں شک نہیں۔ کہ جو چیزیں زمین اور

آسمان میں ہیں سب رحمان کی طرف سے آئی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا پہلے ہی یہ جواب کیوں نہ دے دیا۔ فرمایا میں اُس پاک نام کے جلال سے ڈرا۔ کہ اگر یہ کہا کہ اُس کا بندہ ہوں۔ تو وہ بندگی کا حق طلب کرے گا۔ اور بندگی سے انکار کر دینا بھی نمک حرامی ہے بلکہ کفر میں داخل ہے۔

ایک مرتبہ آپ شہر سے ویرانہ کیطرف جا رہے تھے۔ ایک اجنبی سپاہی رستے میں ملا۔ اُس نے پوچھا۔ کون ہو۔ جواب دیا خدا کا بندہ ہوں۔ کہا آبادی کس طرف ہے۔ فرمایا اُس قبرستان میں چلے جاؤ۔ سپاہی نے اس جواب پر آپ کو بہت مارا۔ آپ کے سر کو ضرب پہنچائی۔ بلکہ گردن میں کپڑا ڈال کر گھسیٹنے لگا۔ کہ بعض رہرو آپہنچے۔ اور انہوں نے کہا اے بیوقوف! جانتے ہو یہ کون ہے ابراہیم ادہم ہے۔ یہ سُنتے ہی وُہ آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور ہاتھ جوڑنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو تم نے غضب کیا۔ کہ مجھے بہشت سے باہر نکال دیا۔ جوں جوں یہ شخص مجھے تکلیف دیتا تھا۔ اسی کثرت سے میں اُس کے حق میں دعا کرتا تھا۔ اور اس کے عوض مجھے بہشت کی نعمتیں دکھائی جا رہی تھیں؛

مسجد بیت المقدس کی ایک رات

بیت المقدس کی ایک مسجد میں آپ کا گذر ہوا۔ اُس مسجد کا خادم رات کو کسی مسافر کو وہاں نہیں رہنے دیتا تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو چٹائی میں لپیٹ دیا۔ جب رات اپنی کچھ مسافت طے کر چکی تو ایک بوڑھا آدمی گودڑی پہنے ہوئے مع اپنے چالیس گودڑی پوش رفیقوں کے آیا۔ نماز کی دو رکعت ادا کرنے کے بعد اُن میں سے ایک نے پوچھا۔ آج کی رات کیا کوئی آدمی بھی یہاں ہے جو ہم میں سے نہ ہو بوڑھے آدمی نے متبسم ہو کر کہا۔ ہاں ابن ادہم یہاں موجود ہے۔ جو چالیس روز سے عبادت کی حلاوت نہیں پاتا۔ آپ فرماتے ہیں جب میں نے یہ کلمہ سُنا۔ تو میرے بدن کو

حرکت ہوئی۔ اور میں فوراً صف سے باہر نکلا۔ اور کہا خدا کی قسم تو سچ کہتا ہے مگر اس عبادت بے حلاوت کا سبب کیا تھا؟ اس پیر مرد نے کہا۔ فلاں روز تو نے بصرہ میں کھجوریں خریدی تھیں۔ ایک کھجور گر پڑی تھی۔ تو نے اس کو اس طرح اٹھایا جیسے وہ تیری ملک ہے۔ یہ تکبر اور غرور بارگاہ ایزدی میں پسند نہیں آیا۔ آپ فرماتے ہیں میں صبح ہی وہاں سے بصرہ روانہ ہو گیا۔ اور کھجوریں بیچنے والے کو یہ واقعہ سنا کر اور کھجوریں طلب کیں تاکہ خدا کے نام پر تقسیم کر دو۔ جب کھجور فروش نے یہ واقعہ سنا تو اس نے کھجوریں بیچنی ترک کر دیں اور کہا جب معاملہ یہاں تک نازک ہے۔ تو خدا جانے اس خرید و فروخت میں میرے نام کس قدر گناہ لکھے گئے ہوں گے۔

باغ کی حفاظت پر نوکر ہوں انار کھانے پر نوکر نہیں ہوں

آپ چونکہ ہمیشہ کسب حلال کے ذریعے طعام کھایا کرتے تھے۔ اس لئے مزدوری یا ملازمت دونوں میں سے کسی ایک کے آپ ہمیشہ پابند رہے۔ بلکہ جو بچتا تھا اسے مساکین اور درویشوں کی خدمت کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص نے آپ کو باغ کی نگہبانی پر نوکر رکھا کئی دنوں کے بعد وہ باغ میں آیا۔ اور کہا میاں مالی! میٹھا انار تو لاؤ۔ آپ چند انار توڑ کر اس کے پاس لے گئے اتفاقاً وہ سب ترش نکلے۔ مالک نے ترش رو ہو کر کہا۔ اتنی مدت تمکو باغ میں رہتے ہو گئی اور ابھی کھٹے اور میٹھے انار کی پہچان نہیں آئی۔ آپ نے جواب دیا۔ اے عقلمند نامدار یہ بات سچ ہے کہ میں ایک مدت سے باغ میں نوکر ہوں۔ لیکن باغ کی حفاظت پر نوکر ہوں۔ انار کھانے پر نوکر نہیں ہوں۔ مالک باغ یہ جواب سنکر ہنسا اور کہا تم تو ابراہیم ادہم کی سی باتیں کرتے ہو، کہیں وہی تو نہیں ہو۔ آپ نے جب دیکھا کہ نام بتا دینے سے سب میرے گرد ہو جائیں گے۔ اور پھر میں نہ خدا کی عبادت کر سکوں گا۔ اور نہ حقوق العباد میں پورا اتر سکوں گا۔ اسی وقت نوکری سے استعفیٰ دیدیا۔

اپنا عیب کسی دوسرے سے دریافت کرو

ایک آدمی مدت تک آپکی صحبت میں رہا۔ جب وہ آپ سے رخصت ہونے لگا۔ تو عرض کیا پیر و مرشد! مجھ میں کوئی عیب دیکھا ہو تو اس سے آگاہ کرو فرمایا اپنے عیبوں کا حال کسی عیب جو سے پوچھو۔ میں نے تم کو ہمیشہ دوستی اور محبت کی آنکھ سے دیکھا ہے ؎

سیدنا ابراہیمؒ کی خوشی کی تقریبیں

دنیاداروں کی خوشی کی تقریبوں کا کیا کہنا۔ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ مبارک سلامت کے شور سے کان پھٹے جاتے ہیں۔ رسم ختنہ ادا ہوتی ہے۔ شادیانے بجتے ہیں۔ شادی بیاہ ہوتا ہے۔ تو حسب توفیق سینکڑوں اور ہزاروں اور لاکھوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ اولاد کے علاوہ حسب مراد ملازمت کا مل جانا۔ کسی سرکاری خطاب اور اعزاز کا حاصل ہونا۔ دولت کی دیوی سے ہم بغل ہونا۔ یہ اور ایسے ہی کئی اور مواقعات ہیں جن پر خوشی کی جاتی ہے۔ دعوتیں ہوتی ہیں۔ اور راگ و رنگ کے جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ لیکن آؤ! اے راہروان منزل گمراہی ہم تمکو اللہ والوں کی باتیں سنائیں۔ اور بتائیں کہ ان لوگوں اور آپ لوگوں میں کس قدر بعد المشرقین اور کس قدر نمایاں فرق ہے۔ اور پھر دماغ اگر سوچنے کے قابل ہے۔ تو سوچو اور اگر بصیرت کی آنکھ رکھتے ہو تو دیکھو اور اگر گوش حق نیوش ہے تو سنو۔ اور اگر زبان عارفانہ رموز کے اظہار کے لائق ہے تو بتاؤ کہ ان دونوں میں درحقیقت کونسی خوشی کی تقریب ہے۔ اور کس تقریب پر خدا کی قربت حاصل ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ ایک کشتی میں سوار تھا۔ میرے کپڑے اور میرے

بال اس طرز کے تھے کہ لوگ دیکھتے تھے ۔ اور ہنستے تھے ۔ ایک مسخرہ بھی ان لوگوں
میں موجود تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھکر میرے پاس آتا میرے بالوں کو کھینچتا اور نوچتا تھا
اور میری گردن پر پھلے مارتا تھا ۔ میں اپنے نفس کی اس خواری اور ذلت پر بہت خوش
ہوتا تھا۔ دفعتاً دریا سے ایک موج اٹھی کہ سب کے چھکے ٹوٹ گئے ۔ ملاح نے کہا اگر بچنا
چاہتے ہو۔ تو ایک آدمی کو کشتی سے باہر نکال کر دریا میں پھینک دو تاکہ وزن درست
ہو جائے ۔ اُس مسخرہ نے مجھے کان سے پکڑ کر دریا میں دھکیل دیا ۔ گو اللہ تعالیٰ نے جو یونس
کو مچھلی کے پیٹ اور کیڑے کو پتھر کے اندر زندہ رکھ سکتا ہے ۔ دریا سے صحیح سلامت آپ
کو کنارہ پر پہنچا دیا۔ مگر آپ فرماتے ہیں کہ نفس کی اس عبرت انگیز سزا نے مجھے اللہ تعالیٰ
کی شکر گزاری کا موقع دیا ؛

ایک دفعہ آپ ایک مسجد میں گئے ۔ ضعف اور ماندگی کی وجہ سے رات بھی وہیں
رہنا چاہتے تھے ۔ لیکن خدام مسجد نے آپ کو باہر نکال دیا ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے
اٹھا نہیں جاتا تھا ۔ وہ میرا پاؤں پکڑ کر مجھے کھینچتے تھے ۔ اور ایک زینہ سے دوسرے زینہ
پر گراتے تھے ۔ اور ہر سیڑھی پر ایک عجیب کشف مجھے حاصل ہوتا تھا ۔ میں اپنے کشف اور
حلاوت کے اسرار کھل جانے میں مست تھا ۔ کہ سیڑھیاں ختم ہو گئیں ۔ اور میں نے کہا
کاش سیڑھیاں زیادہ ہوتیں ۔ تاکہ مجھ پر زیادہ اسرار کھل سکتے ؛

ایک مرتبہ ایک شخص نے جو میری ذات سے غافل تھا ۔ میرے پھٹے پرانے
کپڑے دیکھ کر مجھ پر پیشاب کر دیا ۔ اس موقعہ پر بھی میں بہت خوش ہوا ہوں ؛

ایک دفعہ میں نے ایک پوستین پہنی ہوئی تھی ۔ اس میں بہت سی جوئیں اور بعض
چھوٹے چھوٹے کیڑے پیدا ہو گئے ۔ میں نے کہا اے نفس پلید پوستین پہنی ہے تو
یہ مزا بھی چکھ ۔

ایک دفعہ ایک سپاہی نے شہر کا رستہ پوچھنے پر جب حسب مراد جواب نہ پایا ۔
تو آپ کو کوڑے لگائے ۔ اور آپ کے گلے میں کپڑا ڈالا اور جب لوگوں نے آکر
چھڑایا ۔ تو کہا تم نے غضب کیا ۔ کہ مجھے بہشت کی نعمتوں سے محروم

کر دیا ہے ۔

دنیا دار ہمارے کس شمار میں ہیں آج کون ایسا پیر مرشد ہے ۔ اور ولی اور صوفی صافی بزرگ ہے ۔ جو ایسی تقریبوں کو خوشی کی تقریب سمجھتا ہے ۔

ایک غلام سے سوال و جواب

آپ نے ایک مرتبہ ایک غلام خریدا ۔ مکان پر آ کر اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے

غلام! جس نام پر آپ پکار لیں وہی میرا نام ہے ۔

آپ! کیا کھاؤ گے ؟

غلام! جو آپ خوشی سے کھلانا چاہیں ۔

آپ! کیا پہنو گے ؟

غلام! جو پہننے کو دو گے ۔

آپ! کیا کام کرتے ہو ؟

غلام! جس کا آپ ارشاد کریں ۔

آپ! آخر تمہاری مرضی کیا ہے ۔

غلام! غلام کی مرضی ہمیشہ آقا کی مرضی کے تابع ہوا کرتی ہے ۔

فرماتے ہیں غلام کے ان کلمات نے مجھے متحیر کر دیا اور میں نے اپنے دل سے کہا ۔

چہل سال عمر عزیزت گذشت

مزاج تو از حال طفلی نگشت

نفس کو ملامت کی اور کہا ابراہیم اس غلام کو استاد بنا ۔ اور غلامی کرنا سیکھ ۔

چار دشوار گذار راستے

آپ مکہ معظمہ میں مقیم تھے ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا صحبت صلحا میں

عمر گذر گئی ہے۔ مگر ابھی تک نفس پلید آدمی نہیں بنا۔ آپ نے فرمایا۔ جب تک چار دشوار گزار راستوں کو طے نہ کرے گا۔ صالحین کا درجہ نہ پائے گا۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ نعمت اور آسائش کے دروازے بند کر کے تکلیف اور محنت کے دروازے اپنے اوپر کھول دے۔ عزت کے دروازے کو بند کر کے ذلت کے دروازے کھول دے۔ خواب سے کنارہ کش ہو۔ اور شبانہ روز بیداری کو قبول کرے۔ تونگری سے دل ہٹا اور درویشی کی طرف مائل ہو۔

گناہوں سے توبہ کرانے کے چھ عجیب و غریب طریقے

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں نہایت عاجزی سے عرض کی کہ میں عمر بھر فسق و فجور میں مبتلا رہا ہوں۔ آپ مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمائیں جو میری نجات کا ذریعہ ہو فرمایا اگر ہماری سنو اور عمل کرو تو ہم تمہیں چھ باتیں بتاتے ہیں۔ جو دنیا و آخرت میں تمہارے کام آئیں۔ پہلی یہ کہ جس دن تم گناہ کرو اُس دن خدا کا رزق نہ کھاؤ۔ اس نے کہا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جب رازق وہی ہے۔ تو اس کے سوا رزق کے واسطے کس کے دروازے پر جاؤں۔ فرمایا بھائی جس مالک کا رزق کھائیں۔ اُس کی نافرمانی کرنا انسانیت نہیں۔ دوسری۔ جب تجھے گناہ کرنا ہو تو اس کے ملک سے باہر نکل کر کرو۔ اس نے کہا زمین و آسمان میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کی بادشاہت نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ جس بادشاہ کی کوئی شخص رعایا کہلائے اس شخص کو اس بادشاہ کی حکم عدولی مناسب نہیں ہے۔ تیسری۔ گناہ ایسی جگہ جا کر کرو جہاں وہ تمہیں نہ دیکھتا ہو۔ اس نے عرض کی کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ سب چیزوں کو دیکھتا ہے۔ ایسی جگہ کا ملنا ممکن ہی نہیں جہاں وہ نہ دیکھے۔ آپ نے فرمایا۔ بھائی جس مولا کا رزق کھائیں جس کے ملک میں رہیں۔ اور جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہو اس کے روبرو بیفرمانی پر کمر باندھنا اور گناہ کا مرتکب ہونا نمک حرامی نہیں تو اور کیا ہے۔ چوتھے یہ کہ جب موت کا فرشتہ تیری جان لینے کو

آئے تو اس سے توبہ کی مہلت مانگنا۔ اس نے کہا وہ تو میری نہیں سنے گا۔ اور نہ مہلت دے گا۔ آپ نے فرمایا خدا کے بندے جب تو جانتا ہے۔ کہ اس وقت توبہ کی مہلت نہیں مل سکتی۔ تو موت سے پہلے پہلے توبہ کیوں نہیں کر لیتا۔ اور اس تھوڑی سی فرصت کو غنیمت کیوں نہیں سمجھتا۔ پانچویں۔ یہ کہ جب قبر میں منکر و نکیر تجھ سے حساب مانگیں تو لڑائی جھگڑا کرکے انہیں قبر سے باہر نکال دینا اور انہیں حساب مت دینا۔ اس نے کہا۔ وہ تو حساب لئے بغیر نہیں چھوڑینگے۔ اور اس بیکسی کی حالت میں میں اُن کو قبر سے کیوں کر باہر نکال سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب تو جانتا ہے کہ حساب دیئے بغیر چارہ نہیں تو ان کے سوالوں کے جواب دینے کے لئے اپنے آپ کو کیوں تیار نہیں کرتا کہ امتحان کے وقت آسانی ہو۔ چھٹی یہ کہ میدان محشر میں جب گنہگاروں کو دوزخ میں لے جانیکا حکم ملے تو تُو دوزخ میں جانے سے انکار کر دینا۔ اس نے عرض کی کہ حضرت عذاب کے فرشتے طوق زنجیریں جکڑ کر لے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا اے ناچیز بندے جب تو ان سب باتوں میں سے ہر ایک بات میں عاجز ہے۔ تو بہتر ہے۔ کہ تو گناہ کو چھوڑ دے حضرت کی یہ نصیحت اس کی سمجھ میں آگئی۔ گناہ سے توبہ کرکے یاد الٰہی میں مشغول ہوا۔ اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔

دُعا کیوں نہیں قبول ہوتی

شیخ فریدالدین عطارؒ نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ آپ سے چند لوگوں نے دریافت کیا کہ ہم خدا کو پکارتے ہیں وہ ہماری سنتا نہیں ہم دُعا کرتے ہیں وہ قضا بن کے واپس آتی ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا اس کی وجہ کُھلی کُھلی اور صاف صاف ہے۔ تم خدا تعالیٰ کو جانتے ہو۔ لیکن اس کی عبادت نہیں کرتے یعنی عالم بےعمل ہو۔ رسول کو پہچانتے ہو اور ان کی سنت کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن شریف پڑھتے ہو۔ مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور جانتے ہو کہ بہشت نیکیوں کا ثمرہ اور فرمانبرداریوں کا معاوضہ ہے۔ لیکن اس کے طلب کی کوشش نہیں کرتے۔ اور جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لئے آہنی اور آتش

زنجیروں سے آراستہ ہے۔ لیکن ؎

عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گذرتی ہے۔

پر عمل کرتے ہو۔ تمکو علم ہے کہ شیطان نیکو کاروں کا دشمن ہے۔ مگر اس سے دور نہیں بھاگتے۔ تم سے مخفی نہیں کہ موت ہے اور برحق ہے۔ پھر اس کا فکر نہیں کرتے۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے ماں باپ فرزندوں اور خویشوں کو خاک میں دفن کرتے ہو۔ اور ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اپنے عیبوں کو دیکھتے نہیں اور دوسرے کے عیبوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہو جس شخص کا یہ حال ہو وہ اپنی دعا کی قبولیت کی کس منہ سے توقع رکھ سکتا ہے ؎

ایسی کرتوتوں پہ تم فضل خدا چاہتے ہو
تمہیں سوچو کہ کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو

شیطان سے ملاقات

ایک مرتبہ آپ پا پیادہ حج کو جا رہے تھے۔ تین دن تک جب کھانے کو کوئی چیز نہ ملی تو شیطان انسانی شکل اختیار کرکے اس گھنے جنگل میں آپ کے پاس آیا۔ اور کہا بلخ کی بادشاہی کو یاد کرو۔ اور اُن نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت خاص سے تم کو بخشی تھیں نگاہ میں لاؤ۔ اور پھر اس فقر فاقہ کو جو آج تین دن سے تمہیں حاصل ہے۔ دیکھو۔ یہ فقر و فاقہ نہیں بلکہ کفران نعمت کی سزا ہے۔ جو تم کو مل رہی ہے۔ اب بھی واپس چلے جاؤ تخت و تاج موجود ہے۔ اور اگر حج کو ضرور ہی جانا ہے۔ تو اس شان و شوکت سے جاؤ۔ جو تم جیسے بادشاہ کیلئے زیبا ہے۔

سیدنا ابراہیم تاڑ گئے کہ یہ ذات شریف بھیس بدل کر انسان کی صورت میں بناوٹی ہمدردی کا اظہار کر رہا ہے ؎

دل تو لے ہی چکے اب جان بھی لینا کیا ہے
خیر ہے آج یہ مجھ پر ہے عنایت کیسی

آپ نے اس انسان بشکل شیطان کو تو کچھ جواب نہ دیا۔ البتہ ہاتھ اٹھا کر یہ فریاد کی کہ الٰہی ایک دوست پر دشمن کا تقرر کر دیا ہے۔

اور پھر اس کے ورغلانے اور گمراہ کرنے کیلئے مہری سن کر میں بغیر تیری امداد کے یہ دور و دراز کا سفر طے نہیں کر سکتا! آواز آئی ابراہیم جو کچھ تیری جیب میں ہے نکال کر پھینک دے۔ پھر ہم غیب کے اسرار تم پر ظاہر کریں گے۔ فرماتے ہیں میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو چار دانگ چاندی نکلی۔ جو میں کسی کو دینی یا پھینکنی بھول گیا تھا۔ جب میں نے وہ چاندی باہر نکال کر پھینک دی۔ شیطان میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور مجھ میں ایک ایسی قوت پیدا ہو گئی جس کا برداشت کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ اللہ اللہ جب چار دانگ چاندی کے لئے ایک ایسے برگزیدہ ولی کا پیچھا کرنے اور اُسے بہکانے سے شیطان باز نہیں رہ سکتا۔ تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو رات دن روپیہ جمع کرنے کی حرص میں رہتے ہیں۔ اور ابن الدرہم کہلائے جاتے ہیں؀

آپکی صحبت کن لوگوں کو میسر تھی

اکثر لوگوں کو آپ کے فیضان صحبت کے مستفیض ہونیکا موقع ملا! ان کا بیان ہے کہ جب کبھی کوئی آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور قیام کی اجازت چاہتا تو آپ فرماتے میری تین شرطیں منظور ہیں تو میرے پاس رہو۔ ورنہ کسی اور جگہ چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ شرطیں یہ تھیں۔ کہ (۱) ابراہیم تمہاری خدمت کرے گا۔ (۲) ابراہیم اذان دیا کریگا۔ (۳) اور ابراہیم محنت مزدوری سے جو کچھ کمایا کرے گا۔ اس میں تم بھی برابر شریک ہو۔

درویشی کس قیمت سے ملتی ہے

آپ نے ایک درویش کو دیکھا۔ جو تنگی اور عسرت کی شکایت کر رہا تھا۔ آپ نے

فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے۔ تمہیں فقیری کی نعمت کہیں سے مُفت مل گئی ہے۔ جو اس طرح شکوہ و شکایت میں برباد کر رہا ہے۔ اُس نے کہا۔ کیا فقیری بھی قیمتاً خرید کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے بلخ کی بادشاہی کے بدلے اس نعمت کو حاصل کیا ہے۔ اور ابھی تک یہی سمجھتا ہوں کہ یہ جنس بہت سستی مل گئی ہے ؎

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

خدائی کارخانہ کے کاریگر کوئی پیشہ نہیں رکھتے

خلیفہ معتصم باللہ نے آپ سے ایک دن کہا آپ کا کوئی خاص پیشہ بھی ہے یا فقر و فاقہ ہی پر بسر اوقات ہے فرمایا دنیا کو دنیا داروں کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ وہ کھائیں کمائیں اور مزے کریں اور آخرت کو ان لوگوں کے لئے رہنے دیا ہے۔ جو اسکی طلب اور خریداری میں گھلے جاتے ہیں۔ میرا پیشہ اور میرا کام یہ ہے۔ کہ اس جہان میں خدا کی یاد کا شغل ہے۔ اور دوسرے جہان میں اس کے دیدار کو پسند کیا ہے۔ پیشہ کا حال پوچھتا ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ الٰہی کارخانہ کے کاریگر کسی پیشہ کی حاجت نہیں رکھتے ؎

آپ کی کرامتیں

تذکرۃ الاولیاء میں آپ کی بہت سی کرامتوں کا ذکر ہے۔ ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

محمد مبارک صوفی سے روایت ہے۔ کہ آپ بیت المقدس کے بیابان سے گذر رہے تھے میں ساتھ تھا۔ انار کے ایک درخت کے نیچے اترکر ہم نے چند رکعت نماز ادا کی۔ تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی اے ابا اسحاق ابراہیم میری عزت بڑھا

اور میرے انار سے تھوڑے سے دانے کھائے۔ تین دفعہ اسی قسم کی آواز آئی۔
چوتھی دفعہ درخت نے کہا۔ اے ابا محمدؒ سفارش کر کہ سیدنا ابراہیم میرے انار سے کچھ
کھالیں۔ محمدؒ مبارک کہتے ہیں۔ میں نے کہا ابراہیمؒ سنتے ہو۔ جواب دیا۔ ہاں سنتا
ہوں۔ یہ کہکر اٹھے ایک انار مجکو دیا اور ایک آپ کھایا۔ وہ درخت بالکل چھوٹے
سے قد کا تھا۔ اس کا انار بھی ترش تھا۔ لیکن جب ہم واپس آئے۔ تو وہ درخت انار
کے باقی تمام درختوں سے اونچا اور بلند تھا۔ اس کا پھل میٹھا تھا۔ اور وہ سال میں
دو دفعہ میوہ دیا کرتا تھا۔ اور اس درخت کا نام اصان العابدین مشہور ہو گیا تھا۔
اور عابد اور نیک لوگ اسکے سائے میں بیٹھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کشتی پر بیٹھ کر کہیں جانا چاہتے تھے۔ لیکن ملاح اُجرت مانگتے
تھے۔ اور یہاں صرف خدا کا نام تھا۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور جناب الہٰی
سے عرض کی کہ خداوندا ملاح مجھ سے مزدوری مانگتے ہیں۔ کیا حکم ہے۔ لکھا ہے اسی
وقت دریا کی ریت زر ہو گئی۔ آپ نے ایک مٹھی اٹھائی اور ملاحوں کو دیدی۔

ایک دن دریائے دجلہ کے ساحل پر بیٹھے ہوئے ایک چیتھڑا سی رہے تھے۔ ایک
شخص آیا اور کہا بادشاہی سے یہ کیا؟ آپ نے اس کے جواب میں اپنی سوئی دریا میں
ڈال دی اور پھر فرمایا اے دریا ہماری سوئی باہر نکال۔ سینکڑوں اور ہزاروں مچھلیاں
زریں سوئیاں اپنے منہ میں لئے ہوئے پانی کی سطح پر تیرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا اے مچھلیو
میں تو اپنی سوئی چاہتا ہوں مجھے ان سوئیوں سے کیا مطلب۔ ایک ضعیف مچھلی آئی
جس کے منہ میں اصلی سوئی تھی۔ اس نے سوئی آپ کے آگے لاکر رکھدی۔ آپ
نے اس شخص سے فرمایا۔ بلخ کی بادشاہی ترک کرنے سے جو چیز میں نے پائی ہے اس
کا ایک ادنی نمونہ تم نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔

ایک مرتبہ طہارت کے لئے ایک کنویں پر پہنچے۔ ڈول کھینچ کر جب باہر نکالا۔ تو
اس میں بجائے پانی کے زر بھرا ہوا تھا۔ اس کو گرا دیا اور دو تین دفعہ ایسا ہی کیا
اور ایسا ہی ہوتا رہا۔ آخر کہا الٰہی تو جانتا ہے کہ مجھے زر سے محبت نہیں ہے۔ پھر اس

مردار کو بار بار میرے سامنے لانے سے کیا فائدہ مجھے پانی دے ۔ تاکہ میں طہارت کروں
ایک دفعہ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے ۔ جب ایک
قلعہ کے پاس جہاں بہت سی کڑیاں بھی جمع تھیں پہنچے تو وہیں اتر پڑے ایک درویش
نے کہا سامان سب موجود ہے کیا اچھا ہوتا اگر حلال گوشت کہیں سے مل جاتا اور اس
کو آگ پر بھونتے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قادر ہے ۔ تعجب نہیں اگر وہ گوشت ہمارے
پاس بھیجدے ۔ اس اثنا میں شیر کے گرجنے کی آواز آئی ۔ دیکھا تو شیر ایک گورخر
کو آپ کی جماعت کے پاس دھکیلے لئے آرہا ہے ۔ آدمیوں نے اسی وقت اس
کو پکڑ لیا ۔ اور ذبح کر کے اس کو کھایا ۔ اور شیر سامنے بیٹھکر یہ ساری کیفیت دیکھتا رہا

آپؒ کا علم وفضل اور آپؒ کا مرتبہ

مکہ معظمہ کے قیام میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے آپ نے علم حاصل کیا ۔ حضرت امام
کو آپ کے ساتھ ایسی محبت تھی کہ ہمیشہ سیدنا ابراہیم کہکر پکارا کرتے ۔ لوگوں نے اس کا باعث
دریافت کیا ۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ۔ ابراہیم واقعی سردار ہے ۔ اور یہ سرداری
اُسنے ہر ایک کی خدمت سے حاصل کی ہے ۔ ہم تو رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں کسی نہ
کسی وقت دنیاوی کام کی طرف متوجہ بھی ہو جاتے ہیں ۔ لیکن ابراہیم خدا کی اور خدا کی
مخلوق کی خدمت کے سوا اور کوئی کام کرتا نظر نہیں آتا ۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ
کی نظروں میں آپ کی بہت بڑی وقعت تھی ۔ بلکہ وہ فرمایا کرتے تھے ۔ کہ ابراہیم ادہمؒ
مفاتیح العلوم ہے یعنی علم الٰہی کی کلید ہے ۔ حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت ابویوسف غسولیؒ
جیسے باکمال مشائخ کی خدمت میں بھی آپ عرصہ دراز تک رہے ۔ لیکن خرقہ خلافت
آپ کو حضرت فضیل عیاضؒ رحمۃ اللہ علیہ نے پہنایا جن کو آپ کا مرشد اور پیر طریقت
کہنا چاہیئے اور جن کے مختصر حالات سطور آئندہ میں الگ عنوان سے لکھے جائینگے ۔
نفحات الانس میں لکھا ہے ۔ کہ آپ محدث تھے اور اہل کرامت و ولایت ۔ بھی تھے

تذکرۃ الاولیا میں آپ کے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ دُنیا اور دین کے سلطان کوہ قاف یقین کے سیمرغ اور عالم تنہائی کا خزانہ تھے۔

سیدنا ابراہیمؒ کی وفات حسرت آیات

آخر وہ زمانہ آیا جب آپ کو اس دارفانی سے رخصت ہونا پڑا۔ آپ نے اپنی وفات کی خبر پیشتر ہی دیدی اور وہ اسطرح ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس سال ہو گئے میں نے مکہ کا میوہ نہیں کھایا۔ اور اگر میرا یہ آخری وقت نہوتا تو میں اس بات کو کبھی ظاہر نہ کرتا۔ اور یہ میوہ کیوں نہیں کھایا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جن زمینوں میں میوہ دار درخت ہیں۔ وہ عموماً اہل لشکر کی ملکیت ہیں۔ اس واقعہ سے کم سے کم اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے چالیس سال تک مکہ مکرمہ میں قیام رکھا ہے۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ تخت چھوڑنے کے وقت آپ کی عمر ۲۰۔۳۰ سال کی تھی۔ تو آپ کی کل عمر کا اندازہ ستر بہتر سال کے قریب خیال کیا جاتا ہے۔

آپ کی وفات کے متعلق بھی اختلافات ہیں۔ نفحات الانس نے تو صرف سنہ وفات ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ یا ۱۶۶ھ اور واقعہ ملک شام لکھکر اور کسی بات پر روشنی نہیں ڈالی تذکرۃ الاولیا میں اس سے ذرا وضاحت سے لکھا ہے۔ لیکن اصل مطلب وہاں سے بھی حاصل نہیں ہوتا چنانچہ لکھا ہے۔ کہ جب آپ کی عمر اخیر کو پہونچی تو آپ گم ہو گئے اور آپکی معین خاک یعنی قبر ایک جگہ نہیں ہے۔ بعضوں کے خیال میں بغداد میں ہے۔ بعض شام میں کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قبر کے گرد نواح میں ہے۔ جو زمین میں نیچے کو دھنسی ہوئی ہے۔ تذکرۃ الاولیا میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ جب سیدنا ابراہیم نے وفات پائی تو ہاتف غیب نے آواز دی "الا ان امام الارض قد مات" یعنی لوگو خبردار ہو جاؤ کہ روئے زمین کے امام نے وفات پائی۔ اور تمام لوگوں نے اس آواز کو سُنا۔ اور جب معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم ادہم اس عالم فانی سے

جل بسے ہیں۔ تو ہر ایک نے بجائے خود ماتم بپا کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مراۃ الکونین
میں بھی اسی واقعہ کو دہرایا گیاہے۔ مگر تاریخ اور سنہ وفات جو لکھی ہے۔ اس میں نمایاں
فرق ہے۔ لکھاہے کہ رحلت آپ کی ۲۶ رجب یا جمادی الاولی ۲۸۱ھ کو ہوئی۔ بلکہ کتاب
جواہر آفریدی میں ۲۸۱ھ امام اصفیا کے لفظ سے ظاہر بھی کی گئی۔ معلوم ہوتاہے ۲۸۰ھ
یا ۲۸۱ھ ہی کو پیش نظر رکھ کہ مفتی غلام سرور صاحب لاہوری نے مندرجہ ذیل اشعار سے
آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے ؎

دل بسال وصل آں والا ہمم !
نیز سلطان ہمایوں بایقین !
شد رقم قطب نقلی سال او
قطب محقق بین احمدت وہم قطب یقیں

آپ کے مرید اور خلفا

آپ کے مرید اور خلفا بیشمار تھے مگر ان میں چار مریدوں کو بڑی شہرت حاصل ہے
جنکے نام حسب ذیل ہیں۔ حضرت خواجہ حذیفہ المرعشی۔ خواجہ شفیق بلخی۔ خواجہ رفیق حضرت
ابراہیم ستیہ ہروی۔ شیخ احمد خضرویہ بھی آپ کے دوستان خاص میں سے ہیں۔ آپ
نے خواجہ حذیفہ المرعشی کو جو علم ظاہری و باطنی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اپنا
جانشین اور قائم مقام بنا کر خلقت کو ہدایت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ حضرت
خواجہ مرعشی کس طرح حضرت ابراہیم کے مرید ہوئے۔ یہ واقعہ قابل ذکر ہے۔ ایک رات
خواجہ مرعشی نے حضرت سرور کائنات کو خواب میں دیکھا۔ ارشاد ہوا اے خواجہ تجھکو
پروردگار رہے۔ جا اور ابراہیم ادہم سے استفادہ حاصل کر۔ آپ دن نکلتے ہی حضرت
ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت وارادت سے اپنے آپکو سرفراز کیا۔

سیدنا ابراہیم کا سلسلہ نسب

"خاندان" کے ذکر میں بحوالہ نفحات الانس لکھا جاچکا ہے۔ کہ آپ ادہم بن سلیمان بن منصور بلخی کی اولاد سے تھے۔ مراۃ السالکین کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت عمر فاروق رض کی اولاد سے ہیں۔ اور سلسلہ نسب اسطرح ہے۔
حضرت ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن عبداللہ بن حضرت فاروق بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ ؛
مسالک السالکین میں حضرت عمر فاروق کی اولاد کا ذکر تفصیل سے ہے۔ آپ کا سب سے بڑا بیٹا بیشک عبداللہ ہی تھا۔ جنکو حضرت سرور کائنات نے مرد صالح اور اپنی امت کا عالم فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ کے مندرجہ ذیل آٹھ صاحبزادے تھے سالم۔ عبداللہ۔ عبدالرحمن۔ عاصم۔ حمزہ۔ زید۔ بلال۔ حضرت عمر فاروق کی وفات محرم ۲۴ھ کو ہوئی۔ اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رض کی وفات بعمر چوراسی سال۔ ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں بمقام مکہ معظمہ ہوئی۔ حضرت عمر رض فاروق کے تین بیٹوں کی مندرجہ ذیل اولاد کو حضرت عبداللہ۔ عبیداللہ۔ عاصم کی نسل سے سلسلہ فاروقی قائم ہے۔ نفحات الانس میں حضرت ابراہیم ادہم کا سلسلہ نسب منصور بلخی تک پونچا کر آگے کچھ نہیں لکھا گیا۔ اور صاحب مراۃ السالکین نے منصور کو ناصر اور ناصر کو بن عبداللہ لکھکر حضرت عمر فاروق تک سلسلہ جاملایا ہے۔ حالانکہ حضرت عمر فاروق کی دوسری نسل تک ناصر نام کا کوئی شخص پیدا ہی نہیں ہوا۔ البتہ اگر عبداللہ بن عبداللہ یعنی حضرت عمر فاروق کے پوتے کے لڑکے کا نام ناصر یا منصور ہوتا تو شبہ کی گنجائش ہوسکتی تھی۔ مگر کتابوں میں عبداللہ بن عبداللہ کے کسی لڑکے کا نام نہیں دیا گیا۔ بلکہ یہ لکھا گیا ہے۔ فاروقی نسل عبیداللہ اور ان کے دو بھائیوں سے قائم ہے۔ کتاب سیر الاقطاب میں لکھا ہے۔ کہ بادشاہی آپ کو نانا کی طرف

سے ملی تھی ۔

آپ کے چند عارفانہ اور سبق آموز نکتے

لوگوں نے آپ سے کہا یا حضرت گوشت بہت گراں ہو گیا ہے۔ دعا کیجئے۔ فرمایا اس میں دعا کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا سستا اور مہنگا کرنا تمہارے اختیار میں ہے۔ انہوں نے عرض کیا کس طرح۔ فرمایا۔ تم گوشت کا کھانا ترک کر دو۔ خود بخود سستا ہو جائے گا۔

چند لوگوں نے آپ کی دعوت کی۔ آپ وہاں گئے تو دیکھا تو ایک خاص آدمی کا انتظار ہو رہا تھا۔ انتظار سے تنگ آ کر حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہدیا۔ کیا بد دماغ۔ گراں جان اور نخوت پسند آدمی ہے۔ کہ ابھی تک نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا گوشت تو روٹی کے ساتھ ہی لوگ کھایا کرتے ہیں۔ تم نے اپنے ایک بھائی کا گوشت پہلے ہی کھانا شروع کر دیا۔ یعنی اس کی غیبت کر رہے ہو۔

ایک شخص نے آپ سے کہا۔ کوئی نصیحت کیجئے۔ فرمایا۔ جو تیرا یار بننا چاہے اس سے کنارہ کر۔ اور جو تجھ سے دور بھاگے اس کے پیچھے دوڑ۔

اسی طرح ایک اور شخص نے بھی نصیحت بلکہ وصیت چاہی۔ فرمایا۔ باندھی ہوئی کمر کو کھول دے اور کھولی ہوئی کمر کو باندھ لے۔ اس نے کہا میں اس کا مطلب سمجھ نہیں سکا۔ فرمایا بندھے ہوئے کیسہ اور گرہ دیئے ہوئے دل کو کھول دے اور کھولی ہوئی زبان اور نظر کو بند کر دے۔

آپ نے ایک درویش سے پوچھا۔ کوئی بال بچہ ہے؟ کہا نہیں فرمایا شادی بھی کی ہے۔ یا نہیں۔ کہا نہیں فرمایا مبارک ہو۔ درویش نے کہا یہ مبارک کا کون سا موقعہ ہے۔ فرمایا جس شخص نے شادی کر لی سمجھ لو وہ کشتی پر سوار ہو گیا۔ اور جب اولاد پیدا ہو گئی تو سمجھ لو وہ کشتی آج بھی ڈوبی اور کل بھی ڈوبی۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا ایسے

خاوند کو کون عورت پسند کر سکتی ہے۔ جو نہ کھانا اور نہ کپڑا رکھتا ہے۔ میرے اختیار میں ہو تو میں اپنے آپکو بھی طلاق دیدوں۔ کیونکہ میں تو وہ حقوق بھی پورے نہیں کر سکتا جو خدا تعالیٰ نے میری ذات پر عائد کئے ہیں۔ میں اوروں کے حقوق کس طرح پورے کر سکونگا۔

ایک دن آپ حمام میں جانکلے۔ کپڑے پھٹے دیکھکر حمام والوں نے اندر نہ آنے دیا۔ اور اُجرت طلب کی یہاں اُجرت کہاں تھی۔ آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا بار الٰہا! جب شیطان کے گھر میں بغیر پیسہ دینے کے گذر نہیں ہوتا۔ تو تیری سرکار میں بغیر بندگی کی فیس ادا کئے کیونکر داخلہ کی اجازت مل سکیگی؟

آپ کے کلمات طیبات

(۱) الٰہی گناہ کی ذلت سے طاعت کی عزت میں لا۔

(۲) افسوس ہے جو تجھکو جانتا ہے۔ وہ نہیں جانتا۔ پس اس شخص کا حال کیا ہوگا جو تجھ کو جانتا ہی نہیں۔

(۳) اس کا بندہ ہو اور راحت میں رہ اور بندہ ہونے کا یہ مقصد ہے کہ اس کے امر (حکم) پر قائم رہ۔

(۴) جو شخص شہوت کا غلام ہے اس کے دل میں صدق اور خلوص کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

(۵) جو شخص قرآن پڑھنے۔ نماز پڑھنے اور اللہ کا ذکر کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر نہیں پاتا۔ وہ قبولیت کا دروازہ کھولنے کا مستحق نہیں ہے۔

(۶) عارف وہ ہے جس کا دل منور ہو جس کا سخن خدا کی مدح اور تعریف ہو جس کا عمل خدا کی اطاعت ہو۔

(۷) جو کچھ تو جانتا ہے جب اس پر عمل نہیں کرتا تو اس حال کی طلب میں

توکیونکر صادق ہو سکتا ہے جس کو تو جانتا ہی نہیں۔
(۸) کتاب کی جدائی سے کوئی چیز مجھ پہ زیادہ سخت نہیں ہے۔
(۹) علم کا مطالعہ کیا کرو۔
(۱۰) جو عمل آج تجھ کو گراں اور بھاری اور دشوار معلوم ہو رہے ہیں۔ کل انہی عملوں کی وجہ سے تیرے میزان عمل کا پلڑا بھاری رہیگا۔
(۱۱) پست ہمتی حقارت اور حجاب کی علامت ہے۔ آدمی کو بلند ہمت ہونا چاہیئے۔
(۱۲) حریص نہ بن کیونکہ حریص آدمی محروم رہتا ہے۔
(۱۳) جب تک کتوں کی طرح خاک پر نہ سوؤ گے۔ مردوں کی صف میں جگہ نہ مل سکیگی۔
(۱۴) حقیقی معنوں میں خدا کا بندہ بن جا پھر تمام مشکلات سے بے فکر رہ۔

سیدنا ابراہیمؑ کے ہمنام بزرگان دین

ابراہیم بن سعد العلوی حسنیؒ

کنیت ابو اسحٰق شریف ہے۔ اور وطن بغداد۔ لیکن آخر میں شام کے ملک میں چلے گئے۔ اور اسی کو وطن بنا لیا۔ حضرت امام حسنؓ کی اولاد سے تھے۔ اور اس نے ابو الحارث جن کا اصل نام فیض بن الخضر ہے۔ آپ ہی کے شاگرد تھے۔ ابو الحارث کا بیان ہے۔ کہ میں ایک دن ابراہیم بن سعد کے ساتھ جا رہا تھا۔ رستہ میں دیکھا کہ ایک شخص ایک عورت کا کان پکڑ کر اسے زور سے کھینچ رہا ہے۔ اس عورت نے ہم سے فریاد کی۔ ابراہیم نے کہا چھوڑ دو اس عورت کو۔ مگر اس شخص پر ان الفاظ کا کچھ اثر نہ ہوا آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے وہ شخص تڑپ کر زمین پہ گر پڑا اور مر گیا۔ اور ابو الحارث کہتے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر

میں بہت خائف ہوا اور کہا تم مستجاب الدعوات ہو۔ تمہارے ساتھ رہنا ٹھیک نہیں اگر بے ادبی ہو جائے تو پھر ہمارا بھی ٹھکانا نہیں ہو گا۔

ابراہیم ستبنہ ہروی رح

آپ حضرت ابراہیم ادہم کے ہم صحبت اور ابو یزید بسطامی کے ہمعصر تھے وطن کرمان تھا۔ قیام زیادہ تر ہرات میں رہا۔ لیکن شہرت ہروی کے نام سے ہے مزار آپ کا قزوین میں ہے۔ جو زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں پہلے پہل ابراہیم ادھم کی خدمت میں گیا تو انہوں نے فرمایا کسب کرو۔ تاکہ حلال کی روزی کما سکو جب میں نے کام سیکھ لیا۔ تو کہا اب اس کو ترک کر دو اور توکل پہ گذارہ کرو۔ اور جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاؤ۔ ابراہیم ہروی کہتے ہیں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور اس طریق سے خدادانی اور خداشناسی کا عجیب لطف پایا۔ آپ نے حج پاپیادہ کیا ہے۔ بایزید بسطامی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ ان کے پاس گئے۔ تو حضرت بایزید بسطامی معہ اپنے یاروں کے آپ کے استقبال کو آئے تھے۔

ابراہیم رباطی رح

آپ کا مزار ہرات میں مرجع خلائق ہے۔ آپ حضرت ابراہیم ستبنہ کے مرید ہیں ایک مرتبہ آپ اپنے پیر طریقت کے ہمراہ جا رہے تھے۔ رستہ میں پیر نے کہا۔ رباطی تمہارے پاس کچھ نقدی ہے۔ کہا نہیں پھر تھوڑی دور چل کر فرمایا۔ کوئی اور چیز جو فالتو ہو۔ کہا نہیں۔ پھر تھوڑی دور آگے چل کر فرمایا لیکن مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ معلوم ہوتا ہے مجھ پہ ایک بہت بڑا بوجھ ہے۔ رباطی نے کہا چند تسمے میرے پاس ہیں۔ جوتا ٹوٹ جاتا ہے۔ تو ان سے باندھ لیتا ہوں۔ فرمایا اب جوتا سلامت

ہے۔ یا ٹوٹا ہوا۔ کہا سلامت ہے۔ فرمایا پھر ان کو پھینکدو۔ یہ توکل کے خلاف ہے رستے میں جوتا ٹوٹ گیا کہا اب کیا کروں فرمایا خدا سے معاملہ کیا ہے۔ تو ان تکلیفوں کو برداشت کرو۔

ابراہیم اطروش

آپ بڑے بزرگوں میں گذرے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ صوفی کا پیالہ اسکی ہتھیلی ہے۔ ہاتھ اس کا تکیہ اور خزانہ اس کا خدا کی ذات اور قدرت کا نظارہ ہے۔ اس خیال کو صاحبدل ڈاکٹر سر محمد اقبال نے ایک نظم کے پیرایہ میں کس خوبی سے ادا کیا ہے جسکے چند شعر ذیل میں درج ہیں ؎

لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں — چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

پتوں کا ہو نظارہ میری کتاب خوانی — دفتر ہو معرفت کا جو گل کھلا ہوا ہو

ہو ہاتھ کا سرہانا سبزہ کا ہو بچھونا — شرمائے جس سے جلوت خلوت میں وہ ادا ہو

ہو دلفریب ایسا کوہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بن کے اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو

ابراہیم الصیاد البغدادی

آپ حضرت معروف کرخی حضرت سری سقطی اور حضرت جنید بغدادی کے ہم صحبتوں میں رہے ہیں۔ ایک دن آپ سری سقطی کے پاس آئے حال یہ تھا کہ بورئیے کے ٹکڑے کا تہ بند بنایا ہوا تھا۔ سری نے ایک مرید کو اشارہ کیا کہ ان کے لئے جبہ خرید لاؤ۔ اور جبہ کی قیمت بھی دیدی جب آپ کا آدمی جبہ لے آیا تو آپ نے کہا اے ابو اسحاق میرے پاس صرف دس درہم تھے۔ تمہارے لئے ان سے یہ جبہ خرید منگوایا ہے۔ آپ نے کہا ایک سقطی فقرا میں بیٹھنا فقرا میں نام لکھانا

اور پھر درم اپنے پاس رکھے خواہ وہ دس ہی کیوں نہ ہوں مردان خدا کا کام نہیں ہے۔ غرض آپ نے جُبہ قبول نہ کیا +

ابراہیم آجری صغیرؒ

آپ بھی اللہ کے برگزیدہ بندوں میں گذرے ہیں۔ ایک یہودی اپنی کسی چیز کے تقاضا کیلئے آپ کے پاس آیا۔ اور کہا میں چیز نہیں لیتا لیکن مجھے کوئی ایسی بات دکھاؤ۔ جس سے تمہارے دین کی بزرگی مجھ پر ظاہر ہو۔ آپ نے فرمایا۔ آزمائش اچھی نہیں لیکن شاید خدا کو تمہاری بہتری منظور ہو۔ یہ کہکر اس سے اس کی چادر لی اور اس کو اپنی چادر میں لپیٹ کر آگ میں ڈال دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد جب باہر نکالا تو کہا دیکھ لو چادر جل گئی ہے۔ اور میری چادر پر آگ کا نشان تک بھی موجود نہیں ہے۔ یہی فرق ایک یہودی اور مسلمان میں ہے۔ یہودی نے اسی وقت دین اسلام قبول کر لیا +

ابراہیم آجری کبیرؒ

آپ بھی حضرت جنید بغدادی کے زمانہ میں ہوئے ہیں آپ نے فرمایا ہے اے شخص تیرا ایک گھڑی خدا کی طرف قصد اور اہتمام کرنا ان سب چیزوں سے بہتر ہے۔ جو آفتاب کے نیچے ہیں +

ابراہیم شماس سمرقندیؒ

آپ کا وطن تو سمرقند ہی تھا۔ لیکن آپ برسوں بغداد میں بھی رہے ہیں اور آخر عمر میں سمرقند میں آگئے ہیں۔ ایک مرتبہ کفار کے لشکر نے سمرقند پر

حملہ کیا۔ آپ کی دعا سے ان کی آپس ہی میں چھڑ گئی اور وہ ذلیل ورسوا ہو کر بھاگ گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ادب کیا ہے؟ ادب یہ ہے کہ اپنے آپ کو پہچان لے۔ آپ کا مزار سمرقند میں ہے ؛

ابراہیم بن الخواص

آپ حضرت جنید کے ہم عمر ہیں وطن بغداد ہے ۲۹۱ھ آپ کا سن وفات بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کی قبر طبرک کے قلعہ کے نیچے ہے۔ اور بقول صاحب نفحات الانس ایسی بارعب اور پرشوکت ہے۔ کہ۔ ہاں جاتے ہوئے خوف آتا ہے۔ آپ کے کلمات طیبات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ ایسی چیز کی طلب میں رنج نہ اٹھا۔ جو تیرے مناسب حال تیرے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ اور اس کا نام رزق ہے۔ اور اس چیز کو ضائع اور خراب نہ کر جس کا پورا کرنا ہر حال میں تجھ پر فرض ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری ہے ؛

ابراہیم بن عیسیٰ رح

آپ کا وطن اصفہان تھا معروف کرخی کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابراہیم خواص کی بھی آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔ بلکہ آپ نے بن الخواص سے کہا ہے۔ کہ اگر کسی خدا کے بندے کی پہچان مطلوب ہو تو کہا کرو ھُوَ الاَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیءٍ عَلِیم۔ یعنی وہی اول ہے۔ وہی آخر وہی ظاہر اور وہی باطن اور وہی سب کا جاننے والا ہے۔ آپ کی ۲۴۷ھ میں اپنے وطن اصفہان ہی میں ہوئی ؛

ابراہیم بن ثابت رح

بغداد کے مشایخ میں آپ کا بہت بڑا درجہ ہے۔ حضرت جنید اور آپ کی

بہت ملاقاتیں رہی ہیں وفات ۳۴۹ھ میں ہوئی مزار بغداد میں واقع ہے۔

ابراہیم بن فاتک

بغداد کے رہنے والے تھے حضرت جنید اور نوری رح کی صحبت میں رہے ہیں۔ جنید رح ان کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ ابراہیم بن فاتک حسین بن منصور حلاج کے شاگرد اور مرید تھے۔ فرماتے ہیں۔ جب ابن منصور کو سولی پر چڑھایا گیا تو میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اور عرض کیا خداوندا تو نے حسین کے ساتھ یہ کیا معاملہ کیا ہے۔ وہ تو تیرا خاص بندہ تھا۔ ندا آئی میں نے کچھ اسرار اس پر ظاہر کئے۔ لیکن وہ ان کو ضبط نہ کر سکا۔ اور ظاہر بھی کئے تو ان لوگوں پر جو ان کے نااہل تھے۔ اس لئے میں نے نااہلوں کے پاس اسرار ظاہر کرنے کا یہ انجام دکھایا ہے۔

ابراہیم ابوبکر المصری

آپ کا نام محمد ابراہیم ہے۔ ابوبکر رقی کے اُستاد اور دقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید اور نوری کی صحبت میں رہے ہیں۔ وفات آپ کی ۳۴۵ھ کے ماہ رمضان میں ہوئی۔ آپ بجائے ابراہیم کے ابوبکر المصری کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔

ابراہیم بن شیبان کرمان شاہی قرمیسی

ابو عبداللہ مغربی اور ابراہیم بن الخواص کے ملنے والوں سے ہیں۔ عبداللہ منازل ایک ایک بزرگ ان کی نسبت کہتے ہیں۔ ابراہیم فقرا۔ اہل ادب۔ اور اہل معاملات پر خدا کی حجت اور دلیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ میرے والد نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ علم

آداب ظاہر کے لئے اور تقویٰ آداب باطن کے لئے اختیار کرو۔ ۳۳۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔

ابراہیم بن احمد بن مولد الصوفی الرقیؒ

آپ کا وطن رقہ ہے۔ اور اسی لئے رقی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ایک مرتبہ مسلم مغربی کی زیارت کے لئے گئے۔ جب ان کی مسجد میں پہنچے تو وہ امامت کر رہے تھے الحمد کو کئی جگہ سے انہوں نے غلط پڑھا۔ آپ نے دل میں کہا یہ تو الحمد بھی صاف نہیں پڑھ سکتے ان سے کیا حاصل ہوگا۔ اتنی مسافت و محنت ہی برباد ہو گئی۔ غرض دل بجھ گیا ان سے کوئی بات چیت نہ کی صبح طہارت کے لئے دریائے فرات پہ گئے۔ راہ میں ایک شیر کو دیکھا واپس آ گئے مگر جب واپس مڑے تو دیکھا کہ پیچھے سے بھی ایک شیر آ رہا ہے گھبرا گئے۔ اور فریاد کی اسی اثنا میں مسلم مغربی آ پہنچے دونوں شیر ان کی تواضع کرنے لگے آپ نے ان کو کانوں سے پکڑ کر کہا۔ اے خدا کے کتو۔ میں نے تمکو یہ نہیں کہہ رکھا تھا۔ کہ میرے مہمانوں کو کچھ نہ کہا کرو۔ اور ابراہیم بن احمد سے کہا تم ظاہر داری میں پڑے ہو اور خدا کی مخلوق سے ڈرتے ہو۔ ہم باطن کی درستی میں مشغول ہیں۔ اور تمام مخلوق ہم سے خائف ہے۔ ۳۴۲ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

ابراہیم جیلیؒ

آپ گیل کے رہنے والے ہیں۔ جسے جیل بھی کہتے ہیں۔ آپ صوفی بزرگ تھے مگر ابتدا میں ایک عورت پر عاشق ہو گئے۔ اور اس سے نکاح بھی کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد اپنی پہلی حالت پر جو نظر دوڑائی تو کانپ اٹھے۔ اور خدا سے فریاد کی کہ الٰہی میں اس حال میں کب تک رہوں گا۔ وضو کیا نماز پڑھی اور گڑگڑا کر روئے اور کہا الٰہی تو ہی تو ہے۔ جو اس حال سے پہلے تھا مجھ کو بھی اسی حال میں مست کر دے جیسا میں پہلے تھا۔ اسی وقت عورت

کو تپ چڑھا اور تیسرے دن وہ انتقال کر گئی۔ ابراہیم اس کو دفن کر کے ننگے پاؤں اور ننگے سر جنگلوں میں پھرنے لگے ؎

ابراہیم دہستانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بڑے بزرگ تھے۔ اپنے وقت کے کامل صوفی گذرے ہیں۔ آپ کا مقولہ تھا کہ خدا کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا ؎

ابراہیم بن یوسف بن محمد الزجاجی رحمۃ اللہ علیہ

ابوحفص کے مریدان خاص میں سے ہیں۔ طریق ملامتا اور خلاف نفس میں بہت مشہور ہیں یعنی آپ کا طریق یہ ہے۔ کہ وہ کام اختیار کریں جس سے دنیا ملامت کرے۔ اور آپ کا تعلق اہل دنیا سے کم ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ نفس نے کسی بات کی خواہش کی تھی شامت اعمال سے وہ پوری کر دی مگر سالہا سال تک اسی کا تدارک نہ ہو سکا ؎

ابراہیم المتوکل رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ اپنے کپڑے بھی اپنے ہاتھ ہی سے دھوتے تھے۔ اور توکل پر اس سختی سے گزارہ کرتے تھے کہ آپ کا نام ہی ابراہیم المتوکل مشہور ہو گیا ؎

شیخ ابو اسحٰق ابراہیم گازرونی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ایرانی النسل ہیں۔ آپ کے والد کا نام شہریار ہے۔ جو زرتشتی مذہب سے مسلمان ہو گیا تھا۔ شیخ کی پیدائش اسلام کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ شیخ ابراہیم اپنے وطن گازرون اور شیراز بصرہ مکہ اور مدینہ میں بہت سے اصحاب حدیث کی صحبت میں رہے ہیں۔ ایک

مرتبہ وزیر سلطنت نے آپ کو نذر بھیجی آپ نے واپس کر دی پھر اس نے پیغام بھیجا کہ نذر تو قبول نہیں ہوئی۔ اب چند غلام میں نے حضور کے نام پر آزاد کر کے ان کا ثواب آپ کو بخش دیا ہے۔ آپ نے جواب میں کہلا بھیجا اس عنایت کا شکریہ! لیکن میرا کام لوگوں کو بے لگام اور آزاد کرنا نہیں بلکہ میں تو لوگوں کو شریعت اور اخلاق کی زنجیروں میں قید کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ۱۲۹ھ کو ذی قعدہ کے مہینے میں وفات پائی۔

شیخ ابراہیم مجذوب

یہ بزرگ عجیب دیوانہ تھے۔ بعض دفعہ تو کئی دن فاقہ میں گذار دیتے اور بعض دفعہ کھانے کو بیٹھتے تو سیروں روٹیاں اور سیروں کچا گوشت کھا جاتے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ کتابیں بھی کھا گئے۔ دیوانگی کے عالم میں نماز بھی برابر پڑھا کرتے تھے۔ اکثر لوگوں کو مارنے کیلئے پتھر اٹھاتے مگر پھر رکھ دیا کرتے ان کے حالات نفحات الانس میں کسی قدر تفصیل سے درج ہیں۔

مختصر حالات

حضرت فضیل بن عیاض

پیر طریقت حضرت سلطان ابراہیم ادہم

آپ کا نام فضیل۔ باپ کا نام عیاض تھا۔ وطن کی نسبت اختلاف ہے۔ بعض سمرقند بتاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کوفہ کے رہنے والے تھے۔ بعض مرو اور خراسان سے آپ کی اصل بتاتے ہیں۔ اور آپ کو بخاری بھی کہتے ہیں۔ آپ ابتدائے عمر میں ڈاکو اور لٹیرے تھے بلکہ قزاقوں اور رہزنوں کے سردار تھے۔ قزاق جو مال لوٹ کر لایا کرتے آپ کی خدمت میں لے آتے۔ آپ اس مال میں سے جو چیز پسند ہوتی وہ اپنے لئے اٹھا لیتے باقی سارا اسباب اپنے ماتحت رہزنوں کو تقسیم کر دیتے

لیکن، ڈاکہ ڈالنے کی حالت میں بھی آپ کی طبیعت اصلاح کی طرف مائل تھی۔ واقعات کچھ ایسے پیش آگئے تھے کہ آپ کو اس جماعت سے چھٹکارا نظر نہ آتا تھا۔ چنانچہ آپ خود کبھی ڈاکہ میں شامل نہیں ہوئے۔ بلکہ آپ ہمیشہ اپنے خیمہ ہی میں جو مرو اور باورد کے درمیان نصب رہتا تھا ٹاٹ کا لباس پہنے اور اونی ٹوپی اوڑھے بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اس حالت میں بھی نماز سے آپ کبھی غافل نہیں رہے

مگر باوجود اس کے آپ کے رعب داب اور آپ کے جبر و تشدد کا سکہ دور دور تک بیٹھا ہوا تھا۔ اور لوگ اس رستے سے سفر کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ ایک دن ایک بہت بڑے قافلہ کا اسی رستہ سے گزر ہوا۔ قافلہ میں سے ایک شخص کے پاس بہت سا روپیہ تھا۔ اس نے لٹیروں کے خوف سے روپیہ کو کسی جگہ دفن کر دینا چاہا۔ خیمہ میں ایک بزرگ متبرک صورت کو ٹاٹ کا لباس پہنے مصلے پر بیٹھے اور تسبیح خوانی میں

جب معروف نے دیکھا ۔ تو کہا ان سے بہتر اور کون امین ہو گا ۔ یہ سوچ کر اپنے قافلہ کے ڈیرہ پر گیا ۔ اور جتنا روپیہ تھا وہ آپ کی خدمت میں لے آیا اور تمام واقعہ کہہ سُنایا ۔ آپ نے کہا روپیہ فلاں جگہ رکھدو ۔ جب واپس قافلہ میں گیا ۔ تو ڈاکو اس قافلہ کو لوٹ کر تباہ کر چکے تھے ۔ یہ کیفیت دیکھکر وہ شخص پھر آپ کے پاس آیا ۔ اور دیکھا تو تمام ڈاکو مال غنیمت اسی پیرمرد کے سامنے پیش کر رہے ہیں سمجھا کہ رہزن کو رہبر پتھر کو موم اور چور کو قطب خیال کیا ۔ اب اپنی نادانی کا خمیازہ اٹھانا چاہئے ۔ غرض ڈرتے ڈرتے ان کے پاس گیا ۔ انہوں نے امانت واپس دیکر آدمیوں کو حکم دیا کہ خبردار اسکو کوئی ہاتھ نہ لگائے ۔ چوروں نے عرض کیا کہ سارے قافلہ میں ایک یہی شخص مالدار تھا ۔ افسوس ہے ۔ اس کے مال سے ہم محروم رہے جاتے ہیں ۔ فرمایا اسنے مجھ کو امین سمجھا ۔ مجھ پر نیک گمان رکھا اس کا صلہ اسکو ضرور ملنا چاہئے تھا ۔

ایک مرتبہ آپ کی جماعت کے ایک آدمی سے ایک لٹے ہوئے قافلہ کے کسی بندہ نے دریافت کیا ۔ کہ آپ کے سردار کہاں ہیں ۔ اُسنے کہا ساحل دریا پر نماز پڑھ رہے ہیں

اہل قافلہ ۔ یہ تو نماز کا وقت نہیں ہے ۔

قزاق ۔ وہ نفل پڑھ رہے ہیں ۔

اہل قافلہ ۔ سُنا ہے وہ کھانا بہت کم کھاتے ہیں ۔

قزاق ۔ آج بھی ان کو روزہ ہے ۔

اہل قافلہ ۔ مگر یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے ۔

قزاق ۔ یہ درست ہے ۔ لیکن وہ نفلی روزے رکھا کرتے ہیں ۔

یہ سُنکر وہ شخص بہت متحیر ہوا ۔ آخر آپکی خدمت میں گیا ۔ اور کہا حضرت یہ کیا معاملہ ہے ۔ چوری بھی اور نماز روزہ بھی ! ان باتوں کا اجتماع کس طرح ہو سکتا ہے ۔ آپ نے فرمایا واٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا یعنی دو سرداروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور نیک عمل کو ملا جلا دیا ۔

آپ نے چوری اور ڈاکہ زنی اور قزاقی سے درجہ قطب الاقطاب کسطرح حاصل

کیا۔ولی کامل کس طرح بن گئے۔ بزرگ طریقت اور شیخ کامل کس طرح کہلائے۔ یہ واقعہ تو معمولی ہے۔ لیکن صرف ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں باوجود شریعت غرّہ سے دور رہنے کے عشق حقیقی کی تھوڑی بہت جھلک اور سعادت ازلی کے نورانی آفتاب کی تھوڑی بہت چمک باقی رہتی ہے۔ اگر اس کی حالت اصلاح پذیر ہے۔ اگر وہ راندہ درگاہ جناب صمدیت نہیں ہے۔ تو ایک معمولی سا واقعہ بھی اس میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرسکتا ہے۔

حضرت ابراہیم ادہم کا واقعہ پڑھ چکے ہو۔ ایک شخص رات کے وقت محل میں داخل ہوکر اونٹ کی تلاش کرتا ہے۔ اور آپ پر اس کی گفتگو سے عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ چنانچہ جب تک سلطنت کو ترک نہیں کردیتے چین نہیں تھا۔ حضرت خواجہ حبیب عجمی کے حالات تذکرۃ الصالحین سے پڑھو۔ معلوم ہوگا۔ پہلے وہ کس قدر سنگدل سود خوار تھے۔ ایک مرتبہ ہانڈی سے سالن کے بجائے خون نکلا! تمام تمسکات پھاڑ دیئے۔ قرض نامے جلا دیئے۔ اور ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ ہم نے سب کا قرض معاف کردیا ہے۔ اور خود فقیر ہو گئے۔ حضرت داؤد طائی جو حضرت ابراہیم ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض کے معاصروں میں تھے ایک دن کسی نوحہ گر کی زبان سے ایک درد انگیز شعر سن کر دنیا و اہل دنیا سے بے تعلق ہو گئے تھے۔ غرض ایسی سینکڑوں اور سینکڑوں مثالیں ہیں۔ جن سے معلوم ہوگا کہ اگر دل میں کچھ صلاحیت باقی ہے تو انوار الٰہی کسی مناسب موقع پر ضرور اپنا پرتو ڈالا جاتے ہیں۔

آپ کے تائب ہونے اور سچے تائب ہونے اور پیشہ قزاقی کو ترک کردینے کا واقعہ بھی ایسے واقعات سے ملتا جلتا ہے۔ جیسے بعض سعید الفطرت لوگوں کو کبھی کبھی پیش آجایا کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ شہر مرو سے ایک قافلہ روانہ ہوا۔ اہل قافلہ نے اس خیال سے کہ رستے میں فضیل ڈاکو کا مسکن ہے بدرقہ (باڈی گارڈ) اپنے ساتھ لے لیا۔ جو ہتھیاروں سے مسلح تھا۔ اس قافلہ میں ایک قاری بھی تھا۔ جو بدرقہ سے بھی آگے کے اونٹ پر بیٹھ کر نہایت خوش الحانی سے

ا مصنفہ محمد اللہ بن فوق مصنف تذکرہ ابراہیم ادہمؒ

قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ جب قافلہ فضیل کے پاس سے گذرا اس وقت قاری صاحب یہ آیت کریمہ پڑھ رہے تھے۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لئے گڑگڑائیں اور عاجزی کریں۔ فضیل کے حق میں یہ آیت ایک کارگر تیر ثابت ہوئی یہ بے خطا تیر جگر سے پار ہو گیا۔ سنتے ہی آپ پر رقت طاری ہوئی اور نعرہ مار کر کہا۔ عمر عزیز کو جس کے واپس آنے کی کوئی توقع نہیں کب تک لوٹ مار میں ضایع کرتا رہوں گا۔ خداوندا اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ تیری بارگاہ عالی میں نہایت عجز و انکساری کے ساتھ گڑگڑاؤں اور ایمان جیسی نعمت کو ہاتھ سے نہ جانے دوں۔ آپ اسی بیقراری کے عالم میں خیمہ سے باہر نکل گئے۔ اور جب ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک قافلہ بیٹھا ہوا یہ صلاح کر رہا ہے۔ کہ اس رستہ میں فضیل کا خیمہ ہے۔ وہ بغیر لوٹنے کے نہیں چھوڑے گا۔ آپ نے فرمایا اے اہل قافلہ مبارک ہو کہ فضیل نے قزاقی سے توبہ کر لی۔ اور آج وہ تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ یہ کہکر آپ دیر تک روتے رہے۔

قزاقی کے زمانہ میں بھی آپکی بہت سی نیک عادتیں تھیں۔ جس قافلے میں عورتیں ہوتیں اسکو لوٹنے یا تنگ کرنے کی آپ کی طرف سے قطعی ممانعت تھی۔ اس کے علاوہ عجیب بات یہ تھی کہ آپ کے پاس ایک فہرست موجود تھی جسمیں آپ ہر لٹے ہوئے قافلہ کے سردار کا نام لکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ نے اس کام سے توبہ کی۔ تو ایسے تمام لوگوں سے جن کا مال لوٹا گیا تھا۔ آپ نے اپنے قصور معاف کرا لئے۔ مگر شہر باورد کا ایک یہودی اس معاملہ میں سخت سنگدل نکلا۔ اس نے کہا اگر تم اپنا قصور معاف کرانا چاہتے ہو۔ تو ریت کے ایک بڑے ٹیلہ کو یہاں سے اٹھا دو تاکہ یہ زمین کاشت کے قابل ہو سکے۔ خدا کی قدرت سے رات کو اسقدر سخت آندھی آئی کہ ریت کا وہاں نام بھی نہ رہا۔ یہودی نے جب دیکھا کہ یہ شرط پوری ہو گئی ہے۔ تو کہا افسوس میں قسم کھا چکا ہوں۔ کہ اپنا مال یا اُسکی قیمت لئے بغیر معافی نہ دونگا۔ تم تو

اپنے آپ کو ولی کہتے ہو۔ تمہارے نزدیک مال واپس دینا یا اسکی قیمت ادا کر دینا کونسی بڑی بات ہے۔ یہودی کے تکیہ کے نیچے مٹی کی ایک تھیلی پڑی تھی۔ آپ نے اُٹھا کر اسکو دیدی اسکو تو علم تھا کہ اسمیں خاک کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لیکن اسنے جب کھول کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا وہ خاک نہیں اکسیر ہے یا نہیں سونا ہے۔ اور نابود نہیں بود ہے۔ اس شرط کے پورا ہونے کے بعد یہودی نے کہا کہ مجھے دین اسلام کا رستہ بتائیے تاکہ مسلمان ہو کر آپکو معافی دے سکوں۔ آپ نے جب اسے مشرف بہ اسلام کر لیا تو اس نے آپ کو معافی دیدی؛

آپ جب قریباً تمام لوگوں سے جن کے دل آپنے آزردہ کئے تھے معافی لے چکے تو آپ بادشاہ کے دربار میں گئے اور کہا ہر چند میں اپنے سابقہ کاموں سے توبہ کر چکا ہوں اور لوگ بھی مجھے معاف کر چکے ہیں تاہم مجھے ابھی اطمینان نہیں ہوا۔ اس لئے مجھ پر حد شرعی قائم کی جائے تاکہ میں اپنے کئے کی سزا پاؤں۔ بادشاہ نے جب آپکو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ تو نکو کاری اور صلاحیت کا ایک مجسمہ پایا۔ حکم دیا کہ ان کو عزت و احترام سے ان کے گھر پونچا دو۔ گھر آئے۔ بیوی کو آواز دی۔ آواز میں چونکہ اب قدرتاً تبدیلی اور نمایاں ملائمت پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے گھر والوں نے سوچا کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہیں مقابلہ ہوا ہے۔ اور زخمی ہو کر واپس آیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے جب پوچھا کہ کیا زخمی ہو گئے ہو۔ تو جواب دیا ہاں زخم تو کاری لگا ہے۔ بیوی نے کہا کہاں! فرمایا دل پر۔ جان پر۔ جگر پر۔ بس اب مختصر یہ ہے۔ کہ میں کعبۃ اللہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ تمہیں آزاد کر دوں بیوی نے کہا۔ میں علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر رہوں گی۔ چنانچہ خداوند کریم نے دونوں کو مکہ معظمہ پونچا دیا۔ جہاں وہ اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک رہے۔ کوفہ میں بھی کچھ عرصہ آپکا قیام رہا۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے مدت تک تحصیل علم کرتے رہے۔

ہارون رشید اور آپ کے درمیان جو سوال و جواب ہوئے ہیں۔ وہ تذکرۃ الاولیاء میں وضاحت سے درج ہیں۔ انکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہارون رشید نے اپنے وزیر

فضل برمکی سے کہا کہ مجھے کسی مرد کامل کے پاس لے چلو وہ خلیفہ کو پہلے حضرت عبدالرزاق اصفہانی پھر سفیان بن عیینہ کے پاس لیگئے مگر امیر المومنین کی ان سے تسلی نہوئی کیونکہ دونوں صاحبان سے رخصت ہوتے وقت جب ان کی خواہشات دریافت کی گئیں تو معلوم ہوا دونوں مقروض ہیں چنانچہ امیر المومنین خلیفہ ہارون رشید نے دونوں کا قرضہ ادا کردیا۔ آخر حضرت فضیلؒ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا کون ہے۔ وزیر نے جواب دیا۔ امیر المومنین آئے ہیں۔ فرمایا میرے یہاں امیر کا کیا کام ان سے کہیے تشریف لے جائیں۔ اور میری عبادت میں مخل نہوں۔ غرض وہ زبردستی گھس آئے۔ خلیفہ نے کہا کچھ نصیحت فرمایئے۔ فرمایا۔ حکومت وامارت قیامت کی ندامت اور رسوائی کا باعث ہوگی۔ عرض کیا۔ کچھ اور فرمایا جب حضرت عمرؓ بن عبد العزیز خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے اپنے آپکو بہت سی بلاؤں میں گھرا ہوا پایا۔ خلیفہ کے آنسو نکل آئے اور کہا کچھ اور ارشاد کیجیے۔ فرمایا خداوند تعالیٰ سے ڈرتا رہ اس کے حضور میں جوابدہی کیلئے تیار رہ نہ صرف اپنی جوابدہی بلکہ قیامت کے دن تیری رعایا کے ایک ایک فرد کے بارے میں تجھ سے پوچھا جائیگا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بڑھیا کسی رات بھوکی سوئی ہوگی۔ تو قیامت کے دن وہ تیری دامن گیر ہوگی۔ ہارون رشید یہ سنکر اور رو دیا۔ فضل برمکی نے کہا اے فضیل بن عیاض! اب سلسلہ ختم کیجیے۔ آپنے تو امیر المومنین کو مار ڈالا ہے۔ فرمایا میں نے نہیں بلکہ تم نے اور تم جیسے اور لوگوں نے اسکو ہلاکت کے قریب پونچا دیا ہے۔ خلیفہ نے کہا آپ کے سر پر قرضہ ہو تو فرمایئے۔ ادا کردوں۔ فرمایا خدا کا قرض ہے یعنی مجھسے صحیح طور پر اطاعت نہیں ہو سکی خلیفہ نے کہا کسی بندہ کا قرض پوچھتا ہوں فرمایا الحمد للہ اسطرف سے خدا کا شکر ہے۔

خلیفہ - یہ ایکہزار دینار کی تھیلی ہے۔ میری والدہ کی میراث ہے۔ اور خالص طیب ہے اسکو قبول کیجیے۔

فضیل - افسوس میری تمام نصیحتوں نے تمکو کوئی فایدہ نہ پونچایا اور میرے ہی ساتھ یہ ظلم روا رکھا۔

خلیفہ۔ تبرکاً یہ ہدیہ پیش ہے۔ آپ اسے قبول فرمائیں گے تو میں اسے اپنی عزت افزائی سمجھوں گا۔
فضیلؒ کیوں مجھے ہلاکت اور گراں باری میں ڈالتے ہو۔ اس کو دو جس کو ضرورت ہے۔ اور دیتے ہو اسکو جس کو ضرورت ہی نہیں یہ کہکر آپنے دروازہ بند کر ناچاہا ہارون رشید امداس کا وزیر واپس چلے آئے۔
آپ کا ایک فرزند اور دو لڑکیاں تھیں۔ ایکدفعہ محبت پدری کے تقاضہ سے لڑکے کی پیشانی پہ بوسہ دیا لڑکے نے کہا آپ مجھ سے بھی محبت رکھتے ہیں۔ اور خدا سے بھی یہ کسطرح ہو سکتا ہے۔ فضیلؒ نے اسیوقت لڑکے کو چھوڑ دیا اور اس جواب سے دلپر ایک سخت چوٹ لگی۔
ایک دفعہ ایک قاری صاحب نے آپکے بیٹے کے سامنے جو قرآن شریف کا عاشق تھا نہایت خوش الحانی سے سورۃ القارعہ پڑھی لڑکا سننے کی تاب نہ لایا ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گیا دیکھا تو جان نکل چکی تھی۔ حضرت فضیلؒ کو خبر ہوئی آپنے تبسم ہو کر خدا کا شکر ادا کیا لوگوں نے پوچھا خواجہ یہ ہنسی کا کونسا موقعہ ہے۔ کہا خدا کی رضا جوئی اور رضا مندی سے بڑھ کر خوش ہونے اور ہنسنے کا اور کونسا موقعہ ہو سکتا ہے۔
آپکو تنہائی بہت پسند تھی ایک رات سفیان ثوری آپ کے پاس رہے۔ صبح جب روانہ ہوئے تو فرمایا یہ رات کیسی مبارک اور یہ نشست کیسی پسندیدہ نشست تھی آپ نے فرمایا بہت بری رات تھی۔ اور نہایت خراب نشست تھی سفیان نے کہا کیوں؟ فرمایا تم میری باتیں سنتے رہے میں تمہاری باتیں سنتا رہا خدا کو دونوں نے جواب دیدیا۔ اگر الگ الگ تنہائی میں ہوتے تو وحدت و خلوت کے مزے حاصل کرتے اسیطرح آپ فرماتے ہیں جب رات آتی ہے تو مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے کیونکہ دن شور و غل اور لوگوں کی آمد و رفت سے تنہائی نصیب ہوتی ہے۔
جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو اس وقت صرف دو لڑکیاں ہی

تھیں اپنی بیوی کو بلایا اور اس کو وصیت کی کہ میرے انتقال بعد ان دونوں کو بوقبیس کے پہاڑ پر لیجانا اور خدا سے عرض کرنا کہ فضیل نے وصیت کی ہے کہ جب تک میں جیتا تھا ان دونوں جوان لڑکیوں کو اپنی نگہداشت میں رکھتا تھا۔ اب میں خود قبر کے قید خانہ میں محبوس ہوں اب یہ تیرے سپرد ہیں چنانچہ حضرت فضیلؒ کے انتقال اور رسوم دفن وکفن کے بعد ان کی بیوی صاحبہ نے ایسا ہی کیا۔ اور ابوقبیس پہاڑ پر جاکر بہت دیر تک روتی رہی اتفاقاً امیر یمن معہ اپنے دونوں نوجوان لڑکوں کے وہاں آنکلا اس عورت کا حال دریافت کرنے کے بعد حکم دیا کہ یہ بھی اور تم بھی یمن میں میرے ساتھ چلو میں اپنے دونوں لڑکوں کا نکاح ان دونوں لڑکیوں سے کردونگا چنانچہ اسنے ایسا ہی کیا؛

اقوال ونصائح

(از حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۱) خلوت گزین ایسی جگہ ہو کہ کوئی تم کو نہ دیکھے اور تم کسی کو نہ دیکھو کہ یہ بات بہت بزرگ ہے۔

(۲) جو تنہائی سے بھاگتا ہے۔ اور مخلوق سے محبت و انس کرتا ہے۔ سلامتی سے دور ہے

(۳) جو خدا سے ڈرتا ہے اس کی زبان گونگی ہوتی ہے۔

(۴) خدا تعالیٰ جس کو دوست رکھتا ہے۔ اسے رنج وغم دیتا ہے۔ اور جس کو دشمن رکھتا ہے۔ دنیا کو اس پر فراخ کرتا ہے۔

(۵) عقل کی زکوٰۃ دراز غم ہے۔

(۶) جس طرح یہ عجیب بات ہے۔ کہ کوئی بہشت میں روے اس سے یہ زیادہ عجیب ہے کہ دنیا میں کوئی ہنسے۔

(۷) جس کے دل میں خوف الٰہی سما جاتا ہے۔ اس کی زبان پر ایسی بات نہیں آتی جو اس کے کار آمد نہ ہو۔ اور اس خوف کے سبب سے دنیا کی محبت اور نفس کی خواہشوں کو جلاتا ہے اور دنیا کی رغبت کو دل سے دور کرتا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ خود تمام چیزوں سے ڈرتا ہے۔

(۸) تمام برائیوں کو ایک مکان میں جمع کیا گیا ہے اور اس کی کنجی دنیا کی دشمنی ہے

(۹) دنیا میں خرچ کرنا آسان ہے۔ اور بری الذمہ ہونا اور خلاصی پانا دشوار ہے۔

(۱۰) دنیا مثل ایک بیماروں کے مکان کے ہے۔ اور خلق اس میں مثل دیوانوں کے ہے۔ دیوانے بیمار خانے میں بندھے جکڑے رہتے ہیں۔

(۱۱) خدا کی قسم اگر آخرت باقی مٹی کی ہوتی اور دنیا فانی زر کی تو لائق تھا کہ خلق کی رغبت باقی مٹی پر ہوتی اور جبکہ دنیا کی اصل فانی مٹی سے ہے۔ اور آخرت کی زر باقی سے۔ تو مناسب ہے۔ کہ آخرت پر رغبت ہو۔

(۱۲) کسی شخص کو دنیا کی کوئی شے نہیں دی جب تک کہ اس کی آخرت سے سو حصے کم نہ کئے اس لئے کہ خدا کے یہاں وہی ملے گا جو کمایا ہے۔ اور کماتا ہے۔ اختیار ہے۔ خواہ بہت کر خواہ تھوڑا۔

(۱۳) نرم جامہ اور مزے دار کھانے کا مزہ نہ ڈالو کہ کل کو اس لباس اور کھانے کی لذت سے محروم رہو گے

(۱۴) جس نے اپنے آپکو معزز سمجھا وہ تواضع سے بے نصیب ہے۔ (۱۵) جو شخص اپنے بھائی کے ساتھ دوستی ظاہر کرتا ہے۔ زبان سے اور دل میں دشمنی رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس پر لعنت کرتا ہے اور اس کو اندھا اور بہرا کریگا۔ (۱۶) اصل زہد خدا تعالیٰ سے ہر کام پر راضی ہونا ہے سب سے زیادہ لائق مخلوق کہ راضی برضائے مولیٰ ہو۔ اہل معرفت ہیں۔ (۱۷) جو شخص خدا تعالیٰ کو جیسا کہ اسکا حق پہچاننے کا ہے۔ پہچانتا ہے۔ وہ اسکی عبادت بھی کما حقہ بجا لاتا ہے (۱۸) اصل توکل یہ ہے کہ اللہ کے سوائے کسی سے امید نہ رکھے اور خدا کے سوائے کسی سے نہ ڈرے اور توکل وہ ہے کہ خدا پر اعتماد رکھے نہ کہ وہ خدا پر الزام لگائے۔ اور اسکی شکایت کرے (۱۹) جو شخص فاسق کے سامنے بخندہ پیشانی ہنستا ہے اسلام کے ویران کرنے میں کوشش کرتا ہے (۲۰) انسان کو دو دو کا عادی ہونا خراب کرتا ہے۔ اول زیادہ کھانا دوئم زیادہ سونا (۲) دو خصلتیں نادانی کی اصل ہیں ایک کہ عجیب و غریب چیز دیکھے ہوئے ہنسنا دوسرے لوگوں کو نصیحت کرنا اور خود عمل نہ کرنا اور شب بیداری سے بھاگنا۔

الشہر ادورس تاجران کتب لاہور کی اپنی مطبوعات

مصنفہ منشی محمد الدین صاحب فوق مشہور مصنف و مورخ پنجاب وکشمیر

تاریخ حریت اسلام

چارسو صفحہ سے زائد حجم کی کتاب کا ایک سال میں دو مرتبہ چھپ جانا معمولی بات نہیں ہے۔ یہ وہی تاریخ ہے جس کو بھوپال دبہاولپور کی ریاست میں لائبریریوں کیلئے خریدا گیا ہے۔ اور جس کو صاحب ڈائرکٹر رشتہ تعلیم پنجاب نے صوبہ پنجاب کے سکولوں کی لائبریریوں اور انعامی کتب کے لئے پسند فرمایا ہے۔ اس تاریخ پر حقیقتاً تمام دنیا کی اسلامی حکومتوں کے روشن پہلو کی ایک چلتی ہوئی تصویر ہے۔ اب تک اس قدر رائیں لکھی جا چکی ہیں۔ کہ شاید بہت کم کتابوں کو نصیب ہوئی ہونگی۔ ہم صرف یہاں چند مشہور نام اہل علم اصحاب کے درج کرتے ہیں۔ جنہوں نے اس تاریخ کو اسلامی سکولوں اسلامی لائبریریوں ——— اور تاریخ اسلام کے شائقین کے لئے بے حد پسند کیا ہے۔ (۱) حاجی مولوی سر رحیم بخش کے۔ سی۔ آئی۔ ای سابق پریذیڈنٹ کونسل بہاولپور (۲) ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی۔ بیرسٹرایٹ لار لاہور (۳) خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب بی۔ اے بیرسٹرایٹ لا۔ سابق جج ہائیکورٹ حال ڈپٹی پریذیڈنٹ کونسل پنجاب (۴) ڈاکٹر محمد عالم بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی بیرسٹرایٹ لا لاہور۔ (۵) ڈاکٹر عبدالغنی بی۔ اے سابق ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم افغانستان (۶) خدیجہ بیگم

(منشی محمد یوسف پرنٹر کے اہتمام سے مشہور عالم پریس ہیرا منڈی شیرانوالہ گیٹ لاہور میں چھپی)

صاحب ایم اے - ایم - او - ایل ایبٹ آباد (۷) مولانا مفتی محمد انوار الحق ایم - اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم بھوپال (۸) مولانا مشتاق احمد زاہدی بی اے پرنسپل صادق کالج بہاولپور (۹) مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی (۱۰) خان بہادر لسان العصر سید اکبر حسین اکبر پنشنر سشن جج مرحوم (الہ آباد) (۱۱) مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی لکھنؤ (۱۲) مسٹر حسن محمد حیات رجسٹرار مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ (۱۳) حاجی شمس الدین سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور (۱۴) ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین ایم اے ایل ایل ڈی بیرسٹرایٹ لا (لاہور) (۱۵) مولانا نعمت الدین نفیس - بی - او - ایل - وکیل ہائیکورٹ دکمپل پورحال ڈھکہ) (۱۶) ایم قمر الدین بی - اے پروفیسر مدرسہ آصفیہ حیدرآباد دکن (۱۷) شیخ عطا محمد بی اے - ایل - ایل - بی پبلک پراسیکیوٹر گجرات تاریخ حریت اسلام کی فہرست مضامین اس سائز کے پورے سولہ صفحوں پر آسکتی ہے - اس لئے صرف ابواب اور فصلوں کے عنوان لکھے جاتے ہیں:-

مختصر فہرست مضامین تاریخ حریت اسلام

(باب دوازدہم شاہان مغلیہ) فصل اول تیمور۔ بابر۔ اکبر۔ فصل دوم جہانگیر و شاہجہان۔ فصل سوم عالمگیر۔ فصل چہارم از بہادر شاہ تا اختتام سلطنت مغلیہ۔ باب سیزدہم ایران و افغانستان۔ باب چہاردہم۔ فصل اول سلاطین کشمیر۔ فصل دوم۔ ایران۔ سندھ فصل سوم فرمانروایان گجرات فصل چہارم شاہان دکن۔ فصل پنجم پالن پور و رامپور۔ باب پانزدہم متفرقات غرض کتاب میں زمانہ رسالت عہد خلافت خلفائے بنی امیہ و عباسیہ عہد بنی بویہ و سلجوقیہ۔ دولت ہسپانیہ و غزنویہ کے علاوہ ٹرکی۔ مصر۔ الجزائر۔ مراکش اور فرمانروایان ہند خاندان افاغنہ غلامان و عہد مغلیہ وغیرہ اور مسلمان بادشاہان دکن۔ سندھ گجرات کشمیر کے عہد ہائے زرین کے راست باز حق گو۔ حق پرست بزرگوں کی حیرت خیز جرات آفرین۔ ولولہ انگیز استقلال اور جوش و ایثار کے حیرت آموز حالات اور عدل۔ انصاف مساوات۔ خدا ترسی و پاکیزہ نفسی کے حامی بادشاہوں کے سبق آموز واقعات کے علاوہ پرستان حق و صداقت اور فدائے ملت و مذہب عورتوں کے سوانحات عمر درج ہیں۔ اس تاریخ کو جو در اصل اسرار اسلام کا ایک پرجوش تذکرہ ہے۔ ملک کے تمام برگزیدہ اصحاب نے اسلامی لٹریچر میں ایک بہترین اضافہ تسلیم کیا ہے۔ قیمت تین روپے خرچ ڈاک ۱۲/ حجم ۱/۲ ۱۷ ۷۰ صفحے۔

سوانحعمری مولانا روم

رح حضرت مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی مولانا روم کے مشہور و مبارک نام سے کون ناواقف ہے۔ آپ کی مثنوی ہست قرآن در زبان پہلوی کے نام سے مشہور ہے۔ ایسے بزرگ کے حالات زندگی کیسے دلچسپ کیسے سبق آموز اور اپنے اندر معرفت و حقائق کے کیا کیا گنجینے نہ رکھتے ہوں گے قیمت بارہ آنے (۱۲)

حالات شمس تبریز

یعنی مولانا روم کے پیر و مرشد شمس الحق و الدین حضرت شمس تبریزی کے حالات از نیاز اور شکوہ شکایتیں اور عارفانہ نکات عجیب مزہ دیں گے۔ قیمت (۶/) . . . .

حیات فرشتہ محمد قاسم فرشتہ مصنف تاریخ
فرشتہ کی علمی و عملی زندگی کے دلچسپ
واقعات فرشتہ کے زمانے کے حالات
دکن و ہند نے کتاب کو ادبی پر
لطف بنا دیا ہے۔ قیمت (۳ر)

تاریخ سیالکوٹ جس میں علامہ عبد الحکیم
عرف فاضل سیالکوٹی کی علمی زندگی ان
کی نادر تصانیف کا تذکرہ و تبصرہ اور
اکبر جہانگیر۔ شاہجہان اور عالمگیر کے
عہد زرین کے اعلیٰ علمی مرکز شہر سیالکوٹ
کی تاریخ اور اس کے نامور اہل علم مشاہیر
کے حالات کے علاوہ علامہ مرحوم کے مشہور
واقعہ جن۔ اور ان کے مشہور عالم وہ ہم
مکتبوں کا ذکر بھی ہے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال
صاحب ایم۔ اے بیرسٹر ایٹ لاء نے اس پر
ایک مختصر دیباچہ بھی لکھا ہے۔
قیمت ....(۱۰ر)

جمال الدین افغانی از مولانا ظفر علی خان
سید جمال الدین افغانی وہ بزرگ تھے جنہوں نے خدمت اسلام و قوم کیلئے
روز افزوں کر دی تھی اور ٹرکی و ایران و مصر اور
ہندوستان و افغانستان کے حالات
میں انقلاب پیدا کر دیا تھا قیمت (۴ر)

شالامار باغ نو ترمیم بلکہ سلسلہ جدید کا پہلا ایڈیشن۔ اس
کتاب کو صرف باغ شالامار کی داستان
نہ سمجھو اس کے مطالعہ سے شائقین تاریخ
کو تاریخی آگاہی قومی مرثیہ پڑھنے والوں کو
حسرت کا دفتر اور اہل بصیرت کو ایک
موثر سبق حاصل ہوتا ہے۔ قیمت ۸ر

تذکرہ علمائے لاہور لاہور کے ان بوریہ نشینوں
کے حالات جو علمی و صوفیانہ حلقوں میں سعدی
جامی اور بایزید ہو کر چمکے اور جنکی اکثریت
نے اپنے علم و فضل کی پیشانی کو شاہان وقت
کی چوکھٹ سے بچائے رکھا قیمت ... (۱۰ر)

تذکرہ صوفیائے لاہور اسی کتاب کا نام یادرفتگان بھی
ہے۔ اسمیں مشہور بزرگان لاہور کے حالات
معہ ان کے مزارات کے درج ہیں ڈاکٹر
سر محمد اقبال اور خواجہ حسن نظامی نے اسکو
روحانی گائیڈ قرار دیا ہے۔ قیمت (۱۲ر)

ملنے کا پتہ:۔ ظفر برادرس تاجران کتب ظفر منزل لاہور۔

سفوف مراد (رجسٹرڈ)

نامردی جریان سُرعت اور احتلام کا مُشرطیہ علاج

دنیابھر کی مقوی ودیگر مفید الفوائد اور سریع الاثر بہترین ادویہ کا بینظیر و لاجواب مجموعہ ہے۔ جو ہر قسم کی نامردی۔ کمزوری پستی جریان۔ رقت۔ احتلام اور دیگر امراض وریہ کا بہترین اور مکمل علاج ہے۔ جسکو زائد از دس ہزار مایوس العلاج مریض استعمال کر کے نفع اُٹھا چکے ہیں جسکو بڑے بڑے حکیم و ڈاکٹر بار بار منگا منگا کر اپنے مریضوں کا علاج کر کے شہرت اور دولت پیدا کرتے ہیں چنانچہ جو اسے غلط ثابت کر دے اسکو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ یہ دوائی مذکورہ بالا امراض کے دور کرنے میں اکسیر اعظم۔ تریاق کامل اور آبحیات ہے۔ اسکے مقابل دنیا کی کوئی دوائی مفید نہیں۔ اس کے فوائد مستقل اور دیرپا ہیں۔ اسکے استعمال کرنے والوں کو بڑھاپے میں بھی ضعف نہیں ہونے پاتا۔ اگر آپ اس کے فوائد سے اب تک محروم ہیں تو فوراً بطور نمونہ منگا کر تجربہ کیجئے۔ بعد استعمال آپ خود اس معجز نما دوائی کے گوناگون فوائد کو دیکھکر نہ صرف ثناخوان ہونگے بلکہ ہمیں الزام دینگے کہ ہم نے اس دوائی کی کماحقہ تعریف نہیں کی قیمت دس یوم کی خوراک تین روپیہ محصول ۸؍ بیس خوراک چھ؍ محصول ۹؍ چالیس خوراک عہ؍ محصول ۱۵؍

طلائے مسیحا (رجسٹرڈ)

اعصابی کمزوریوں کے دور کرنے کا معجزہ اور شرطیہ علاج ہے۔ جس کے چندہی روز کے استعمال سے کمزور اور سست مریضوں کے ہر قسم کے بیرونی نقائص دور ہو کر اعصاب قوی ہو جاتے ہیں۔ اور اصلی و قدرتی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ بیحد قوت بخشتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۳ ماشہ وزن درجہ خاص سے؍ درجہ عام ۲؍ محصول ہر حال ۸؍ الگ۔ چالیس خوراک سفوف اور ایک شیشی طلا درجہ خاص کی قیمت پندرہ روپیہ محصول ۵؍ الگ۔ چالیس خوراک سفوف مراد اور ایک شیشی طلا درجہ عام کی قیمت گیارہ روپیہ محصول ۵؍ الگ

پتہ:- قاضی مقبول احمد اینڈ کمپنی لاہور

غازۂ حُسن

گورے اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا

خوبصورتی بھی ایک جادو ہے۔ حسین چہرہ اور خوبصورت شکل بڑے بڑے متقی اور زاہدوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔ خوبصورت آدمی مرد ہو یا عورت۔ بالعموم خوش نصیب ہوتا ہے۔ خوبصورتی خدا کو بھی پیاری ہے۔ اس لئے خوبصورتی کو حاصل کرنے اور موجودہ خوبصورتی کو برقرار رکھنے کیلئے ہمارا تیار کردہ غازۂ حُسن استعمال کیجئے۔ جسکو بعد غسل چہرے پر ملنے سے کملایا ہوا چہرہ بدنما سختت اور کرخت جسم مخمل کی مانند نرم اور گلاب کی پتی کی مانند خوبصورت نکل آتا ہے۔ چہرے کے ہر قسم کے داغ۔ دھبے چھائیاں۔ چھاہے۔ سفید و سیاہ نشان کیل اور جھریاں وغیرہ سب دور ہو جاتی ہیں۔ چہرہ میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ نفیس اور بہترین طبی طریقہ پر نادر اجزا سے تیار کیا جاتا ہے۔ خوشبو اس قدر نفیس ہے کہ کئی کئی روز تک جسم سے خوشبو کی لپٹیں آتی ہیں جب تک دوبارہ غسل نہ کیا جائے گا۔ دماغ معطر رہیگا نفاست پسند بیگمات اور معزز جنٹلمین بیحد پسند کرتے ہیں۔ بدصورت چہرہ میں بھی شان محبوبانہ پیدا ہوتی ہے۔ فی شیشی دو روپے محصول ڈاک ۸/۔

عرق بخار و طحال

ہر قسم کے بخار کی شرطیہ دوا۔ جسکے استعمال سے ہر قسم کا بخار ملیریا یا موسمی۔ روز آنیوالا۔ لرزہ اور جاڑہ دیکر آنیوالا تپ اور چوتھیا بخار۔ باری کا بخار۔ دموی اور صفراوی بخار۔ شرطیہ اور حکمیہ طور پر پہلے ہی روز دُور ہو جاتا ہے۔ اکثر حالتوں میں اسکی ایک ہی خوراک کے استعمال سے بخار اتر جاتا ہے۔ ورنہ دو تین خوراکوں کے استعمال میں تو لازمی طور پر بخار دور ہو جاتا ہے۔ ایک شیشی دس پندرہ مریضوں کو اچھا کرتی ہے۔ اسکی موجودگی میں کسی حکیم یا ڈاکٹر کی ضرورت نہیں مقدار خوراک چند قطرے ہے۔ بچہ بوڑھا بلا تکلف و بلا پرہیز استعمال کر سکتا ہے قیمت فی شیشی صرف ۸/ دو شیشی ۱۴/ چار شیشی ۱/۱۲ چھ شیشی دو روپے محصول ڈاک الگ + پتہ قاضی مقبول احمد اینڈ کمپنی لاہور

چند تازہ بتازہ علمی و ادبی کتابیں

کفایت شعار بیوی

اس کتاب میں دکھایا گیا ہے کہ ایک نیک اور سمجھدار بیوی کی بدولت گھر کے اخراجات میں کیونکر کمی ہو سکتی ہے اور کیونکر شوہر کی کمائی کی دولت کو پس انداز کر کے گھر کا افلاس دور کیا جا سکتا ہے۔ قیمت فی جلد ۸/

غمنواز بیوی

یہ ایک انگریزی ناول کا ترجمہ ہے۔ اور اس میں دکھلایا گیا ہے۔ کہ شوہر کی تنگدستی کی حالت میں ایک دانا اور سمجھدار بیوی کیونکر شوہر کی مصیبتوں کو دور کر کے اسکو خوش وخرم رکھ سکتی ہے۔ قیمت فی جلد ۴/

بالشویک جرنیل ۱۲/ لشتر ۸/
خونی دار وضہ ۱۲/ ہرٹر بونگ ۱۲/
شوقین لڑکا ۸/ دلکش ۱۲/
حسن انجلینا ۸/ حقیقت کا غار ۱۲/

خونی بیوی

جاسوسی کا ایک نہایت ہی دلچسپ اور پر لطف ناول مولانا نور محمد صاحب کا پر اسرار قتل لکھنؤ کے مشہور نامی جاسوس کاؤس مرزا کی حیرت انگیز جاسوسی۔ وصل و ہجر کا پر لطف منظر جوش رقابت۔ اور سراغرسان کی قابل قدر کوششوں کا مرقع۔ آخر میں قاتل کا فرار اور بیوی کے ہاتھوں قتل۔ کتاب نہایت دلچسپ ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲/

مظلوم پارسن

ایک نوجوان ناتجربہ کار پارسن لڑکی کی دل شکن مصیبتوں کا خاکہ جرائم پیشہ بدمعاشوں کی سفاکیاں۔ پولیس کی جان توڑ کوششیں۔ جاسوس کی کارگزاری دلچسپ پیرایہ میں بیان ہے قیمت فی جلد ۴/

حاجی بمبا

حاجی بغلول کے برادر معظم۔ بیساختہ ہنسانیوالی باتوں کا خزینہ۔ مذاق سلیم کا صحیح نمونہ۔ بے تکی باتوں کا گنجینہ۔ بیوقوفی کا آئینہ۔ نواب طمطراق الدولہ کی دولت کی بربادی ولایت کی ہوس۔ بمبئی کا سفر۔ نواب بیدھڑک الدولہ کی حماقت۔ بمبئی کا حج۔ ناکامی کی واپسی وغیرہ وغیرہ کتاب لاجواب ہے فی جلد ۱۲/

حلق اور اس کا علاج

اس مختصر رسالہ میں حلق کی خلد قبیحہ کے اسباب و علامات اور اس کا علاج مکمل درج ہے ہزارہا حبوب نسخے مقوی ادویہ سفوف گولیاں۔ معجون۔ طلا ئی۔ سیب گلور اور سنگ کے نسخے درج ہیں قیمت فی جلد صرف ۶/

پتہ قاضی مقبول احمد اینڈ کمپنی لاہور

تذکرہ خواتین دکن

آج ملکی جد وجہد میں عورتوں کا نام دیکھ رہے ہو۔ لیکن تاریخ دیکھو۔ ہندوستان میں خداکاران ملک و ملت عورتوں کا نام ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ خواتین دکن اس امر میں خصوصیت سے ممتاز و مشہور رہی ہیں۔ وہ صرف صاحب قلم ہی نہ تھیں وہ تحریر و تقریر کے ذریعہ ہی ملکی جذبات کو حرکت میں نہ لاتی تھیں بلکہ میدان جنگ میں بھی جب جاتی تھیں۔ تو صفوں کی صفیں صاف کر دیتی تھیں۔ ان میں سے اکثر نے خود فوج کی سپہ سالاری کی ہے اور ملکی انتظامات کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ بڑے دلچسپ اور ولولہ انگیز حالات ہیں۔ قیمت (۸/)

محب وطن خواتین ہند

جس میں ۳۲ ہندو مسلمان سکھ اور پارسی محب وطن خواتین ہند کے حالات سوانحات عمر اور ملکی جذبات سے لبریز خیالات ولولہ انگیز اور موثر پیرایہ میں درج ہیں جنہوں نے اپنے ملک و ملت کو غلامی سے ابدی نجات دلانے کیلئے ہر مصیبت ہر مشکل اور ہر تکلیف عین راحت تصور کی ہے۔ بلکہ اپنے بھائیوں بیٹوں اور خاوندوں کے جیل میں جانے اور ان کے زبان بند و نظر بند ہونے کو ملک کی دائمی آزادی کا ذریعہ سمجھا ہے۔ قیمت (۸/)

جمال الدین افغانی

(از مولانا ظفر علی خان)

سید جمال الدین افغانی وہ بزرگ تھے جنہوں نے خدمت ملک و قوم کے لئے وزارت ترک کر دی تھی اور ٹرکی و ایران و مصر اور ہندوستان و افغانستان کے حالات میں انقلاب پیدا کر دیا تھا۔

قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (۱۲/)

ظفر برادرس تاجران کتب ظفر منزل لاہور کا سلسلۂ تالیفات نمبر ۲

غازی محمد بن قاسم

یعنی اسلام کے سترہ سالہ جرنیل غازی محمد بن قاسم
فاتح سندھ کے مختصر حالات و کوائف زندگی

مرتبہ

کارپردازان ظفر برادرس

۱۹۲۷ء

بار اول — قیمت ۲ر

مکمل تاریخ لاہور

اس کے مندرجہ ذیل پانچ حصے ہیں۔ ۱- لاہور قدیم جسمیں لاہور کی ابتدا۔
اسکی وجہ تسمیہ۔ قدیم ہندو راجگان لاہور کے حالات کا لاہور پر غزنویوں اور غوریوں
اور ان کے بعد کے مسلمان بادشاہوں کی حکومت ان حکومتوں کا پنجاب اور
لاہور پر اثر۔ زیر طبع۔ قیمت ۸ر ۲۔ حصہ دوم شباب لاہور یا لاہور عہد مغلیہ
میں بابر سے لیکر محمد شاہ کے زمانہ یعنی سوا دو سو سال تک لاہور کے شاہی باغات
و عمارات اور لاہور درون و بیرون شہر کی رونق۔ آبادی اور کثرت تمول و فارغ البالی سے جو
عروج و شباب حاصل ہوا ہے ہمایوں کے بھائی مرزا کامران کے علاوہ اکبر جہانگیر شاہجہان۔
اورنگ زیب۔ اور شاہ عالم بہادر شاہ نے جسکے نام پر شاہ عالمی دروازہ اب تک قائم ہے۔
لاہور کو عروس البلاد بنانے میں جس دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ اسکی مفصل کیفیت عہد مغلیہ
کے عدل و انصاف اور مغل گورنران لاہور کے دلچسپ حالات۔ اس زمانہ کے علما شعراء
امراء وزراء اور شہزادوں کے حالات۔ قیمت صرف عہ۔ زوال لاہور۔ شاہ عالم
اور اس کے بعد دولت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہی ترقیٔ لاہور کا کمال بھی ختم ہو گیا ۱۷۳۹ء
یا نادر شاہی حملہ سے لیکر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے قبضہ لاہور ۱۷۹۸ء تک سکھوں۔ ایرانیوں اور
کابلیوں نے لاہور میں جو غارت گری کی ہے۔ اور بیرون شہر کی آبادی پر جو ستم ڈھایا ہے
اسکی دردناک کیفیت۔ ۸ر حصہ چہارم لاہور اور سکھ حکومت مہاراجہ رنجیت سنگھ
کے عہد (۱۷۹۸ء) سے لیکر ۱۸۴۹ء یعنی زمانہ الحاق پنجاب تک کے حالات دربار لاہور۔
فوج خالصہ۔ خاندان شاہی اور امرائے دربار کے حیرت انگیز حالات۔ باغات لاہور کی بدفضا
کیفیت جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں یا اسکے بعد مہاراجہ کھڑک سنگھ مہاراجہ شیر سنگھ
مہاراجہ دلیپ سنگھ کے زمانہ میں ۱۸۴۹ء تک لاہور میں بپا ہوئے۔ قیمت عہ۔ حصہ پنجم لاہور جدید جسمیں عہد سلطنت انگلشیہ
میں لاہور کی جو علمی تمدنی ترقی ہوئی بعد جو فارغ البالی و صحت وسعت نصیب ہوئی ہے۔ اس کا مفصل ذکر ہے۔ قیمت ۸ر کل قیمت ۳ روپیہ

ہندوستان میں اسلام کا پہلا قدم

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے بازخواں ایں دفتر پارینہ را

دنیا کی کسی قوم کے پاس تاریخ کی شاندار روایات کا ایسا بیش بہا اندوختہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمایا۔ اور یہی اندوختہ اغیار کی غلط بیانیوں اور ہرزہ سرائیوں کا سب سے بڑھکر ہدف بنا ہوا ہے۔ جو شخص اٹھتا ہے مسلمانوں کو ظالم، خونخوار اور جابر کہنے ہی میں اپنی تاریخ دانی کا سب سے بڑا ثبوت سمجھتا ہے۔ اور علی الخصوص ہمارے ہندو بھائیوں کو تو آج اسلامی تاریخ کی نسبت افترا پردازیوں سے بڑھ کر اور کوئی دلچسپ مشغلہ ہی نظر نہیں آتا۔ بلاشبہ مسلمانوں میں بعض اصحاب ایسے بھی تھے۔ جن کے اعمال کو از سرتاپا پسندیدہ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن نہ ایسے چند اشخاص کی برائیاں اس قوم کے ہزاروں لاکھوں اچھے اور نیک انسانوں کی تحقیر و توہین کا سبب بن سکتی ہیں۔ اور نہ ملت اسلامیہ کا دامن بعض برے آدمیوں کے وجود میں منفرد ہے۔ ہر قوم کی تاریخ میں اچھوں اور بروں کی مثالیں یکساں ملتی ہیں۔ ملت اسلامیہ تو اچھوں کی زیادتی اور بروں کی کمی میں سب پر فائق ہے۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ مسلمانوں مؤرخوں نے کبھی اپنے کسی ہم قوم کی برائیوں پر

پردہ ڈالنے یا خواہ مخواہ ان کی اچھائیاں ثابت کرنیکی کوشش نہیں کی حالانکہ دوسری اقوام اکثروبیشتر اپنے چوروں، لٹیروں اور قزاقوں ہی کو قومی مشاہیر اور مذہبی مجاہد ثابت کرنے میں سرگرم رہتی ہیں۔ اور ہمارے گردوپیش اس قسم کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

آج ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سب سے پہلی حکومت کے قیام کا مختصر سا خاکہ پیش کر دیں۔ جس کے اسباب وعلل حقیقی سے اعراض کرتے ہوئے ہمارے ہندو بھائیوں نے ہمیشہ شدید مجرمانہ غلط بیانیاں کی ہیں۔ اور اسی سلسلے میں اس حکومت کی حقیقی حیثیت اور اہل ہند کے ساتھ مسلمانوں کے حسن سلوک کے چند منظر بھی دکھا دیں۔ شائد ہماری یہ کوشش ہندوؤں کو انصاف کی طرف متوجہ کر سکے۔ اور شائد ان کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے حسن ظن پیدا ہو سکے۔ ہمارا یہ خاکہ بے حقیقت افسانوں یا غیر مسطور اساطیر پر مبنی نہیں۔ بلکہ ان نہایت مستند و محقق تاریخی مصنفات سے ماخوذ ہے۔ جو عام طور پر رائج و متداول ہیں۔ سب کے نزدیک معتمد علیہ ہیں۔ اور جن کے ملفوظ نقوش کو زمانے کی کوئی گردش بھی محو نہیں کر سکتی۔

ہندوستان میں اسلام کی ابتدا

عرب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل بھی جنوبی ہند کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھتے تھے۔ جب اللہ تعالے نے

نے ان بادیہ نشینوں کو جہل و کفر کی تاریکی سے نکال کر اسلام کے نور سے منور کر دیا۔ تو وہ اس نور کو ہر مقام پر پھیلانے لگے چنانچہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کا سلسلہ سب سے پہلے مالابار سے شروع ہوا۔ جہاں عام طور پر عربوں کی آمد و رفت تھی۔ اس سلسلے میں عربوں کو کچھ زیادہ کوشش نہ کرنی پڑی۔ ہندو پنڈتوں نے ذات پات کی تقسیم سے خدا کے بندوں کو کئی گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اور پست ذاتوں کے ساتھ نہایت الم انگیز بدسلوکیاں کی جاتی تھیں۔ اسلام کی عدیم النظیر مساوات نے پست ذاتوں کے ہندوؤں کو خود بخود اس پیغام حق کی طرف متوجہ کر دیا۔ اور وہ جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے۔ مالابار کے راجہ زموری نے بھی اسلام قبول کر لیا اور وہ اپنی سلطنت اپنے ولیعہد کے حوالے کر کے عرب کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن راستے ہی میں موت کا پیغام آپہنچا۔ اور یہ نیک شخص یمن میں سپرد خاک ہو گیا مالابار کے علاوہ لکادیپ، مالدیپ، اور سراندیپ کے جزائر بھی بہت جلد نور اسلام سے منور ہو گئے۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب کہ مسلمان عرب تاجروں کی حیثیت سے ہندوستان آتے تھے۔ اور یہاں ان کی پشت پر کوئی سیاسی قوت نہ تھی۔

سندھ کے راجے

اس زمانے میں سندھ ہندوستان کی ایک بہت بڑی بدھ سلطنت تھی۔ الور اس کا دارالحکومت تھا۔ یہ شہر اب موجود نہیں ہے۔ اور اس کا محل وقوع موجودہ روہڑی شہر سے آٹھ

میل بجانب جنوب بتایا جاتا ہے۔

ویبل یا دیول سندھ کی مشہور بندرگاہ تھی۔ اس مقام پر آجکل کراچی آباد ہے۔ سندھ کے بدھ راجاؤں میں سہرسن ایک بڑا مشہور راجا گزرا ہے۔ جس نے ایران پر بھی حملہ کیا تھا۔ مگر وہ اس حملے میں ایرانیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ سہرسن کے بعد اس کا بیٹا ساہسی تخت نشین ہوا۔ اس کے ملازموں میں چچ نامی ایک برہمن تھا۔ جو ترقی کرتے کرتے وزیر سلطنت کا نائب بن گیا۔ اس جلیل القدر عہدے پر پہنچنے کے بعد چچ نے راجہ ساہسی کی رانی سبھ دیوی کے ساتھ گہرے تعلقات پیدا کر لیے۔ کچھ مدت کے بعد راجہ ساہسی دفعتہً مر گیا۔ سبھ دیوی کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے اپنے شوہر کے انتقال کے ساتھ ہی تمام ذی اثر کارکنان سلطنت کو ایک مکان میں بند کر کے مروا ڈالا۔ یا قید کر دیا۔ اور چچ کو تخت پر بٹھا کر خود اس کے ساتھ شادی کر لی۔ اس طرح سندھ کی بدھ سلطنت ایک برہمن راجا کے قبضہ میں آگئی ؛

چچ نے معمولی حالت سے اُٹھ کر تخت سلطنت تک پہنچنے کے لئے جس قسم کے جوڑ توڑ کیے تھے۔ وہ اس کی بے چین اور حریص طبیعت کے بہت بڑے ثبوت تھے۔ سندھ کی سلطنت پر قابض ہونے کے بعد وہ اور بھی کھل کھیلا اور اس نے مکران تک کا علاقہ ایرانیوں سے چھین لیا۔ عین اسی زمانے میں مسلمان ایران پر حملہ آور ہوئے۔ اہل ایران نے معاً چچ سے صلح کر لی۔ اور بعد ازاں

تمام ایرانی لڑائیوں میں سندھ کی فوجیں مسلمانوں کے خلاف لڑتی رہیں۔

جب درفش کاویانی ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو گیا۔ اور ایران کی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی تو اسلامی عامل نے اس حصہ ملک کو بھی فتح کر لینا چاہا۔ جو راجہ ساہسی کے زمانے میں سلطنت ایران کے زیرنگیں تھا۔ اور جسے راجہ چچ نے فتح کر کے سندھ میں شامل کر لیا تھا۔ نیز سندھی فوجوں سے انتقام کا اقتضائ بھی یہی تھا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقام یا ملک گیری کے لئے رزم وپیکار کے دائرہ کو وسیع کرنا مناسب تصور نہ فرمایا۔ اور حکم دے دیا کہ اسلامی فوجیں آگے نہ بڑھیں؛

راجگان سندھ کی شرارتیں

ایران کے مجوسیوں کا ایک گروہ اسلامی فتوحات کے بعد اپنا وطن چھوڑ کر سندھ آگیا تھا۔ اور یہ لوگ ہر وقت مسلمانوں کے خلاف فتنہ انگیزیوں میں مصروف رہتے تھے۔ راجہ چچ کی سبے چین طبیعت کے لئے یہ فتنہ انگیزیاں مہمیز کا حکم رکھتی تھیں۔ چنانچہ اس نے مکران کی سرحد پر فوجیں جمع کر کے اسلامی علاقے پر حملے کی دھمکیاں دینی شروع کیں۔ مکران کے مسلمان حاکم نے معاً عبدالرحمٰن بن سمرہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور اس نے سندھی فوجوں کو بھگا کر اس پورے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ جو راجہ چچ نے ایرانیوں سے چھینا تھا۔ لیکن سندھ کی سرحد میں نہ رکھا۔ سرحدی کشمکش مدت تک جاری رہی۔ ۴۴ھ میں امیر مہلب نے انتقاماً اور تادیباً ملتان کو

بھی فتح کر لیا۔ لیکن اسے فوراً دوسری سمت بلا لیا گیا۔ اور ملتان پھر سندھ کے زیر نگین چلا گیا۔ ۵۰ھ میں راجہ چچ نے وفات پائی۔ اور اس کا بھائی چندر تخت نشین ہوا۔ راجہ چندر کی وفات کے بعد سندھ کی سلطنت چچ کے دو بیٹوں میں تقسیم ہو گئی۔ الور چھوٹے بیٹے داہر کا دار الحکومت تھا اور برہمن آباد بڑے بیٹے دھر سیہ کی تخت گاہ تھا۔

برہمن راجہ کی اپنی بہن کیساتھ شادی

چچ کی ایک بیٹی بھی تھی جو اپنے بڑے بھائی کے پاس رہتی تھی۔ دھر سیہ نے اپنی بہن کا رشتہ ایک سرحدی فرمانروا سے کر کے اسے سامان جہیز دے کر داہر کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ بھی اپنے حصہ کا جہیز شامل کر کے بہن کی شادی کر دے۔ داہر نے اپنے وزیر کے مشورے سے بہن کو اپنی بیوی بنا لیا۔ دھر سیہ نے یہ سنا تو داہر پر چڑھائی کر دی۔ مگر چیچک سے اس کا انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ ہم نے اس لئے نقل کیا ہے کہ قارئین کرام کو راجہ داہر کے خصائل کا اندازہ ہو جائے۔

اہل سندھ کے جرائم کی فہرست

سرحدی کشمکشوں کے دوران میں چند مسلمان باغی بھی راجہ داہر کے پاس آکر پناہ گزین ہو گئے۔ داہر نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ پڑوس کی اسلامی حکومت کو اشتعال دلانے کی یہ ایک اور کارروائی تھی۔ ۶۵ھ میں عبد الملک بن مروان خلیفہ بنا۔ لیکن سلطنت اسلامیہ کے دور افتادہ حاکموں نے اسے معاً خلیفہ قبول کرنے میں تامل کیا۔ اسی

اثنا میں گورنر ملتان نے (جو راجہ داہر کے ماتحت تھا) اسلامی حدود پر حملہ کر دیا۔ لیکن شکست کھائی۔ عبد الملک کی خلافت کا سکہ بیٹھ گیا۔ تو پھر راجہ سندھ کی سرکوبی کی تجویز دربار خلافت میں پیش ہوئی۔ مگر عبد الملک نے اجازت نہ دی۔ اس وقت تک سلطنت سندھ کی طرف سے کئی جرم سرزد ہو چکے تھے۔ مثلاً۔

(۱) اسلامی افواج کے خلاف ایرانیوں کی امداد اور مسلمانوں کے ساتھ باقاعدہ جنگ۔

(۲) سرحد مکران پر حملے کی دھمکیاں اور تیاریاں۔

(۳) اسلامی حکومت کے دشمنوں اور مسلم باغیوں کو پناہ دینا۔

(۴) مرکزی حکومت کے وقتی اختلال سے فائدہ اٹھا کر اسلامی حدود پر حملہ۔

مسلمان ان اشتعال انگیزیوں کے باوجود سندھ پر حملہ آور ہونے سے محترز رہے۔ لیکن سندھیوں کی فتنہ انگیزی نے ان جرائم پر بھی کفایت نہ کی۔ اور داہر نے ایک ایسے ننگ انسانیت فعل کا ارتکاب کیا جس پر کوئی غیرت مند سلطنت بھی خاموشی اور درگذر سے کام نہیں لے سکتی تھی۔

داہر کا شرمناک فعل

ہم اوپر عرض کر آئے ہیں کہ مالابار۔ سراندیپ۔ لکادیپ اور مالدیپ اسلام کے نور سے منور ہو چکے تھے۔ سراندیپ کے راجہ نے عراق کے کے حاکم حجاج بن یوسف ثقفی کے لئے اور دربار خلافت کے لئے بہت سے تحائف تیار کئے۔ اور انہیں آٹھ جہازوں میں سوار کرا کے عرب کی طرف روانہ

کر دیا۔ ان جہازوں میں بعض بیوہ مسلم عورتیں اور لڑکیاں بھی تھیں۔ جو اپنے وطن واپس جا رہی تھیں۔ نیز حرمین شریفین کی زیارت کے شائق بھی تھے۔ باد مخالف نے ان جہازوں کو دیبل کی بندرگاہ میں پہنچا دیا۔ جہاں راجہ داہر کے آدمیوں نے سارا سامان لوٹ لیا۔ اور تمام مسافروں کو قید کر لیا۔ ایک دو آدمی بڑی مشکل سے بچ نکلے اور انہوں نے حجاج سے اپنی تباہی کی الم انگیز داستان بیان کی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب ایک بیوہ عورت پر تشدد ہونے لگا۔ تو وہ بے اختیار اٹھی کہ یا حجاج اغثنی (اے حجاج میری فریاد کو پہنچ) بے گناہ اور معصوم مظلوموں کے یہ درد بھرے الفاظ بھی حجاج کے کان تک پہنچ گئے۔ انصاف سے کہو کہ اس حالت میں کون صبر کر سکتا تھا۔ تاہم حجاج نے کوئی فوجی کارروائی نہ کی۔ بلکہ راجہ داہر کو خط لکھا کہ تمہارے سرداروں نے بے گناہ مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کیا اور جہازوں کو لوٹا۔ جہاز سامان سمیت بھجوا دو۔ قیدیوں کو رہا کر دو اور مجرموں کو سزا دو۔ لیکن سنگدل داہر نے اس کے جواب میں لکھ بھیجا کہ جہازوں کو لوٹنے والوں پر ہمارا بس نہیں چلتا۔ تم خود آکر اپنے قیدی چھڑا لو۔ اور اپنا سامان واپس لے لو۔ یہ کھلی ہوئی شرارت تھی۔ ہر شخص کو معلوم تھا۔ کہ دیبل سلطنت سندھ کی بندرگاہ ہے۔ بلکہ تمام گرفتار شدہ عورتیں اور دوسرے قیدی دارالحکومت سندھ (الور) کے جیل خانے میں بند تھے۔ ناچار حجاج نے یہ تمام معاملات دربار خلافت میں لکھ بھیجے۔ اور سندھ پر حملے کی اجازت مانگی۔ اجازت مل گئی۔ تو اپنے نوجوان داماد محمدؒ بن قاسم کو حملہ آور فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ جواں بخت محمدؒ بن قاسم نے جب پر زندگی کی طرف

سترہ بہاریں گزری تھیں۔ تین سال کی مدت میں سندھ کی سلطنت کے چپے چپے پر قبضہ کرلیا۔ راجہ داہر مارا گیا۔ اور سندھ اسلام کے زیر نگین آگیا۔

اسلامی حسن سلوک کے مناظر

ہمیں یہاں لڑائیوں کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ کون سے اسباب تھے۔ جنہوں نے مسلمانوں کو حملہ ہند پر مجبور کیا؟ اس کے بعد یہ بتا دینا بھی ضروری ہے۔ کہ دوران فتح وتسخیر میں نیز فتح وتسخیر کے بعد فاتح مسلمان یہاں کے مفتوح غیر مسلموں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے رہے۔ اس کے لئے ہم حجاج بن یوسف کے ان مکاتیب کا اقتباس پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً محمد بن قاسم کے نام موصول ہوتے رہے۔

فتح دیبل کی خوشخبری سن کر حجاج نے لکھا:۔

جب ملک پر قابض ہو جاؤ۔ تو سب سے پہلے قلعوں کے استحکام اور لشکر کی ضروریات کا انتظام کرو۔ اس کے بعد سارا مال ودولت بہبود رعایا اور رفاہ خلق میں صرف کرو۔ یاد رکھو۔ کاشتکاروں، صناعوں۔ سوداگروں اور اہل حرفت کی خوشحالی ہی سے ملک آباد ہوتا ہے۔ رعایا کے ساتھ ہمیشہ رعایت کرو۔ تاکہ وہ تمہاری طرف دلی محبت سے راغب ہوں۔

مفتوحین کے ساتھ نرمی کا برتاؤ

محمد بن قاسم برہمن آباد میں تھا کہ خط پہنچا :-
اہل برہمن آباد کے ساتھ نہایت نرمی اور دلداری کا سلوک کرو
ان کی فلاح و بہبود میں ساعی رہو۔ اہل حرب میں سے
جو لوگ امان طلب کریں۔ انہیں امان دو۔ کسی مقام
کے عمائد و اکابر ملاقات کے لئے آئیں۔ تو انہیں خلعتیں اور
انعام و اکرام دو۔ عقل اور دانائی کو اپنا رہبر بناؤ۔ جو وعدہ
کرو۔ اسے وفا کرو۔ اہل سندھ کو تمہارے قول و فعل پر پورا پورا
اعتماد ہونا چاہیئے۔

سلوک کی مفصل ہدایات

فتح سیوستان کے بعد کا خط مظہر ہے :-
جو شخص تم سے جاگیر طلب کرے۔ اسے مایوس نہ کرو۔ درخواستیں
قبول کرو۔ عفو و درگذر سے رعایا کو مطمئن کرو۔ راجاؤں
سے جو عہد کرو۔ اس پر قائم رہو۔ وہ مالگزاری ادا کرنے کا
اقرار کر لیں۔ تو ہر طریقہ سے ان کی امداد کرو۔ جو شخص توحید الہٰی
کا اقرار کر لے۔ اور تمہارا اطاعت گزار بن جائے۔ اس کے
تمام مال و اسباب اور ننگ و ناموس کو برقرار رکھو، جو اسلام
قبول نہ کرے اسے صرف اس قدر مجبور کرو۔ کہ وہ اطاعت
کر لے۔ باغیوں اور سرکشوں سے لڑنے کے لئے تیار رہو۔

شریف اور رذیل میں امتیاز کرو۔ ایسا کبھی نہ ہو کہ تمہاری
صلح جوئی کو دشمن کمزوری پر محمول کر لیں۔
یہ اس حجاج کے خطوط ہیں۔ جو تاریخ اسلام کا ایک بڑا ہی
سنگدل انسان سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مفتوحین کے ساتھ حسن سلوک
کا سبق اسلام نے کچھ ایسا ذہن نشین کر دیا تھا۔ کہ پتھر بھی اس میدان
میں پہنچ کر روئی کا گالے بن جاتے تھے۔

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

محمدؒ بن قاسم دریائے سندھ کو عبور کرکے داہر کی فوجوں کے مقابل
صف آرا ہوا۔ اور سندھ کی تقدیر کے فیصلے کی آخری ساعت قریب
آگئی۔ تو حجاج کا خط پہنچا ؎

نماز پنجگانہ میں کاہلی نہ ہو۔ تکبیر و قرأت، قیام و قعود اور رکوع
و سجود میں اللہ تعالےٰ کے روبرو گریہ و زاری کرو۔ زبان کو
ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رکھو۔ خدائے بزرگ و توانا
کے لطف و کرم کے بغیر کوئی شخص شوکت و دارائی تک
نہیں پہنچ سکتا۔ اگر خدا کے فضل پر بھروسہ رکھو گے۔ تو
یقیناً فتح پاؤ گے ؎

یہ چند مکاتیب ہیں۔ جن سے مرکز کی ان ہدایات کی کیفیت بخوبی آشکارا
ہو سکتی ہے۔ جن کے ماتحت محمدؒ بن قاسم فاتح سندھ کی فوج یہاں کام کر رہی
تھی۔ حجاج کو یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ بارہ تیرہ سو سال کے بعد اس کے مجاہدوں
کی دستگاہ کے جواز و عدم جواز کا سوال پیدا ہوگا۔ اور داہر کے ہم مذہبوں کی

اولاد اسلام کے امن افروز یکہ تازمن کے اعمال کا جائزہ لے گی۔ اس لئے کوئی شخص بہ درستی ہوش و حواس یہ نہیں کہ سکتا کہ حجاج آئندہ زمانے کے مؤرخین کے بے درد قلموں کی تلخ روی کو نرم کرنے کے لئے الفاظ کے یہ پھول بکھیر رہا تھا۔ دنیا کی فتح و تسخیر کے دفاتر تمہارے سامنے کھلے پڑے ہیں۔ اقوام و امم کی ترکتازیوں کی داستانیں تمہارے روبرو کھلی ہوئی ہیں۔ بتاؤ کہ مجاہدین اسلام کی سرگزشتوں کے سوا تمہیں مسالمت، رواداری اور حسن سلوک کی ایسی بدیع مثالیں کہاں ملتی ہیں؟۔

آزادی مذہب

برہمن آباد کی فتح کے بعد مندروں کے پجاری اور پروہت محمدؐ بن قاسم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مسلمان سپاہیوں کے خوف سے لوگوں نے بتوں کی پوجا کے لئے مندروں میں آنا کم کر دیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ہماری معاش کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ دوران جنگ میں جن مندروں کو ضرب پہنچا ان کی مرمت بھی نہیں ہوئی۔ تو اپنے اہتمام سے مندروں کو درست کرا کے ہندوؤں کو پوجا کی طرف متوجہ کر۔ اور کاشتکاروں صناعوں اور تاجروں کی طرح ہم پر بھی نوازش و التفات فرما۔ محمدؐ بن قاسم چونکہ ہر امر میں حجاج سے حکم حاصل کرتا تھا۔ اس لئے اس نے پجاریوں اور پروہتوں کا یہ مطالبہ بھی حجاج کے پاس بھیج دیا وہاں سے جواب آیا:۔

چونکہ برہمن آباد کے ہندوؤں نے اطاعت کر لی ہے۔ اس لئے ان کو عبادت میں آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ اور کسی

قسم کا جبر کسی پر مناسب نہیں۔

جب یہ خط پہنچا تو محمدؒ بن قاسم برہمن آباد سے روانہ ہو چکا تھا لیکن خط ملتے ہی وہ واپس آیا تمام اہل شہر کو جمع کر کے اس نے ایک ایک چیز کی تحقیق کی۔ داہر کے زمانے میں برہمنوں اور پروہتوں کے ساتھ جو رعائتیں کی جاتی تھیں۔ ان کا گوشوارہ تیار کرایا۔ بعدازاں عام اعلان کر دیا کہ ہر شخص عبادات و مراسم میں کلیتہً آزاد ہے اور محاصل ملکی کا (۳) فیصدی حصہ برہمنوں کے لئے مخصوص ہوگا۔

اسلامی حکومت کے محاصل

ہندوستان میں پہلی اسلامی حکومت کی رواداری اور حسن سلوک کی یہ چند مثالیں ہیں۔ دوران جنگ میں مختلف مقامات کے اہل حرب کو بعد گرفتاری رہا کرنے میں محمدؒ بن قاسم نے جس فراخ حوصلگی سے کام لیا۔ اس کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لئے یہ مختصر سا مضمون کافی نہیں۔ راجہ داہر کے قتل کے بعد مفتوحہ ملک میں عام اعلان یہ ہوا تھا۔ کہ امرا سے سالانہ چودہ تولے متوسط درجے کے لوگوں سے سات تولے اور عام لوگوں سے پونے چار تولے چاندی بطور جزیہ لی جائیگی۔ جو لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ شریعت اسلامی کے مقررہ نصاب کے مطابق زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

مالی اعتبار سے بھی فتح سندھ مسلمانوں کے لئے نقصان رساں رہی۔ ابن خلدون کا بیان ہے۔ کہ فتح سندھ پر خلافت کے بیت المال سے جو کچھ صرف ہوا۔ محمدؒ بن قاسم کا دربار خلافت میں بھیجا ہوا مال و متاع

اس سے نصف تھا۔

اسلام کی ہر دلعزیزی کے اسباب

سندھ میں دین اسلام کے فروغ کو جبر و تشدد سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ اس لئے کہ جبر و تشدد کی تردید کے لئے تو حجاج کے احکام اور محمد بن قاسم کا عمل ایسی چیزیں ہیں جن سے کسی انصاف دوست کو انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ یہاں بھی ہندوؤں کی تفضیلات معاشرت نے اسلام کو ہر دلعزیز بنایا۔ اونچی ذاتوں کے قلیل التعداد ہندو کثیر التعداد عوام کے ساتھ بڑی بدسلوکیاں کرتے تھے۔ اسلام کی دلکش مساوات نے سب کو مسحور کر لیا۔ اور لوگ بہ طیب خاطر جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے۔

جو کچھ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اس سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ عرب ملک گیری کی ہوس میں سندھ پر حملہ آور نہیں ہوئے تھے۔ ورنہ فاروق اعظمؓ ہی کے زمانے میں سلطنت سندھ کا فیصلہ ہو جاتا۔ اسلامی حکومت نے سندھیوں کے ساتھ تصادم سے بچنے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ لیکن راجگان سندھ کی پے در پے شرارتوں اور سب سے آخر میں داہر کی ایک ناپاک حرکت نے مسلمانوں کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ فتح کے دوران میں اور فتح کے بعد مسلمان یہاں کے باشندوں کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے ہیں

غیر ملکی ہونے کا جرم

اب صرف ایک "جرم" رہ جاتا ہے۔ جو قومیتوں کی یورپی تقسیم پر

متفرع ہے۔ یعنی یہ کہ عرب ہندوستانی نہ تھے۔ اور باہر سے آکر انہوں نے سندھ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن یہ ایک ایسا "جرم" ہے جسمیں عربوں پر اعتراض کرنے والے ہندو بھی برابر کے شریک ہیں۔ اس لئے کہ ان کے آباواجداد بھی سائبیریا کے برفستانوں سے یا درجہ آخر وسط ایشیاء سے آکر ہندوستان پر قابض ہوگئے تھے۔ اور عربوں کی عدیم النظیر رواداری اور حسن سلوک کے خلاف ہندوؤں کے آباواجداد نے ہندوستان کے قدیم تمدن۔ قدیم لٹریچر۔ قدیم حکومتوں اور قدیم قوموں کو یکقلم تباہ کر دیا تھا چنانچہ حال ہی میں آدہ ہندو کانفرنس کے صدر صاحب ان فناک مظالم کے خلاف پر زور آواز بلند کر چکے ہیں۔

غازی محمدؐ بن قاسم

مجاہد اسلام غازی محمدؐ بن قاسمؒ دمشق میں ۱۷ ماہ رجب المرجب ۷۴ھ کو پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام قاسم بن حکم تھا۔ جو امیہ خاندان کے ایک ممتاز رکن تھے۔ بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ یتیم ہوگئے۔ پانچ سال کی عمر میں والدہ نے قرآن شریف پڑھایا۔ چونکہ آپ طبعاً ذہین واقع ہوتے تھے۔ اس لئے قرآن شریف ختم کرنے کے بعد دیگر علوم میں بھی بہت جلد دسترس حاصل کر لی اور دس سال کی عمر میں ضروری علوم سے فارغ ہو کر لشکر گاہ میں آنے جانے لگے۔ چونکہ طبیعت فنون حرب سیکھنے کیطرف مائل تھی۔ اس لئے بعض افسروں کی زیر نگرانی اس فن میں بھی بہت جلد کامیاب ہوئے۔ اور لشکر گاہ میں خاص اعزاز و امتیاز کیساتھ دیکھے جانے لگے عمر کا ابھی چودھواں سال تھا کہ ولید بن عبدالملک نے ان کے کمالات

دیکھکر فوج میں ایک اعلیٰ عہدہ پر متاد کردیا۔ اور بعض اہم معرکوں میں بھیجنے کا حکم دیا جہاں سے وہ بفضل ایزدی کامیاب واپس ہوئے۔
چنانچہ انکی ان کامیابیوں ہی کو دیکھکر انہیں سولہ برس کی عمر میں شیراز کا حاکم اعلیٰ اور گورنر بنا دیا گیا جہاں انہوں نے شاندار خدمات انجام دیں پھر جب آپکی عمر سترہ سال کی ہوئی تو حملہ سندھ کے لئے انہیں کا انتخاب ہوا چنانچہ وہ ایک سپہ سالار اعظم کی حیثیت سے سندھ پر حملہ آور ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ کی سرفروشانہ جدوجہد کے بعد انہوں نے سندھ کو فتح کیا اور صحیح طور پہ ہندوستان میں اسلام کا بیج بویا۔ تین سال تک سندھ میں رہے۔ اس عرصہ میں نہ صرف زمین ہی فتح کی بلکہ لاکھوں دلوں پر بھی اپنا سکہ بٹھایا۔
فتح ملتان کے بعد حجاج کا انتقال ہوگیا۔ اور دربار خلافت نے محمدؒ بن قاسم کو ہندوستان سے واپس بلا لیا۔ وجہ یہ تھی۔ کہ ولید بن عبدالملک اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کرکے اپنے بیٹے کو اس منصب پر فائز کرنا چاہتا تھا۔ اور اس مقصد کے لئے اسے اپنے قابل مشیروں اور کارکنوں کی شدید ضرورت تھی محمدؒ بن قاسم دربار خلافت کا حکم پاتے ہی سندھ کی سلطنت کو یزید بن کبشہ کے حوالے کرکے دمشق روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد ولید وفات پاگیا۔ اور سلیمان سریر آرائے خلافت ہوا چونکہ وہ سمجھتا تھا کہ محمدؒ بن قاسم بھی اسے (سلیمان کو) معزول کرنے کی کوشش میں شریک تھا۔ اس لئے دوسرے ہوا خواہان ولید کی طرح محمدؒ کو بھی "واسط" کے جیل خانے میں قید کردیا گیا۔ بعد ازاں وہ "واسط" کے حاکم صالح بن عبدالرحمن نے سلیمان

کے حکم کی بنا پر محمدؐ بن قاسم کو شہید کر دیا۔ یہ زہرہ گداز سانحہ ۱۲ شعبان سنہ ۹۶ھ کو پیش آیا۔ اور اس وقت محمدؐ بن قاسم کی عمر صرف بائیس سال کی تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

غازی محمدؐ بن قاسم عزم و استقلال میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ انتظامی قابلیت کا ملکہ اس قدر تھا کہ شاید ہی کسی کو ہوا ارادہ کے نہایت مضبوط واقع ہوئے تھے۔ جو کام کرتے نہایت غور و خوض کے بعد کرتے آپ فوجی آدمی ہونے کے باوجود نہایت خلیق شیریں زبان بردبار اور نرم دل تھے۔ اور ہر شخص سے نہایت نرمی اور متانت کیساتھ بات چیت کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ قدرت نے آپکو غیر معمولی ہر دلعزیزی عطا کی ہوئی تھی۔ دوستوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ دشمن بھی ایک دفعہ ملنے کے بعد ان کے مداح بن جاتے تھے۔

جہاں آپ شاہ زور پہلوان، ماہر فن سپاہی، روشن خیال سپہ سالار اور ایک بہادر افسر ہونے کی صفات سے متصف تھے۔ وہاں ساتھ ہی ایک خوش بیان واعظ، پرجوش خطیب اور اعلیٰ درجہ کے فلسفی بھی تھے آپکی تقریر اس قدر مدلل موثر اور جاذب توجہ ہوتی تھی کہ ہزاروں آدمی فصاحت کلام پر ہی دل دے بیٹھتے۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں۔ کہ آپ کے ایک، ایک وعظ میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں آدمی مسلمان ہوئے۔ آپکی آواز پُر رعب اور گرجدار تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی پیشانی کشادہ قد اوسط درجے کا اور بدن چھریرا تھا۔ رنگ سرخ و سفید اور تمام اعضا نہایت متناسب تھے اور دیکھنے میں آپ وجیہہ اور خوبصورت معلوم ہوتے تھے سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ قدرت نے آپکے پہلو میں جو دل عطا کیا تھا۔ وہ عزم و استقلال اور جرأت و شجاعت سے لبریز تھا

محمدؒ بن قاسم کی شادی

راجہ داہر کی دو رانیاں تھیں ایک کا نام بائی تھا وہ اُس کی حقیقی بہن تھی۔ جو راجہ کے قتل کے بعد اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ ستی ہو گئی تھی۔ دوسری رانی کا نام جو نوجوان تھی۔ رانی لاڈی تھا۔ راجہ کے بعد محمدؒ بن قاسم نے ایک علاقہ کی آمدنی اس کے نام وقف کر دی۔ اور اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ رانی پر رفتہ رفتہ مسلمانوں کے اخلاق اور اسلام کی تعلیم نے ایسا اثر کیا۔ کہ وہ مسلمان ہو گئی۔ اور اُس نے نہایت فخر اور محبت اور شکر گذاری کے کامل جذبات کے ساتھ محمدؒ بن قاسم سے شادی کر لی۔ جس سے اُس کا ایک بچہ بھی عمر بن محمد پیدا ہوا۔ اور جس نے آخر سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں خلیفہ وقت کے حکم سے سندھ کی گورنری حاصل کی۔[1]

ہمارے آبا اور ہم

انسانیت کے ایسے گرانمایہ گوہر معدن اسلام کے سوا اور کہاں ملتے ہیں۔ اللہ اللہ! ایک وہ لوگ تھے۔ جنھوں نے سترہ سترہ سال کی عمروں میں ملتِ اسلامیہ کی عزت اور ننگ و ناموس کے تحفظ کیلئے فتوحات کے انبار لگا دیئے۔ ایک ہم ہیں کہ متحد و متفق ہو کر عزت کی زندگی بسر کرنیکا بھی احساس نہیں۔ وہ چند افراد ملت کے ناموس کی قیمت میں سلطنتیں مانگتے تھے۔ لیکن یہاں سات کروڑ فرزندانِ توحید کا ناموس ملی معرضِ خطر میں ہے۔ اور اپنے مقام و منصب کو محفوظ رکھنے کی بھی تڑپ نہیں۔ کیا اسلام کی سچی روح پھر ظہور نہیں کریگی! (درگیلدار)

---

[1] رانی لاڈی اور عمر بن محمدؒ بن قاسم کے حالات کے لئے ہماری کتاب "دو بتانِ حرم" ملاحظہ فرمائیے۔

غازی محمدؐ بن قاسم کا وعظ

فتح ملتان کے بعد غازی محمدؒ بن قاسم نے جب ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ اور سندھ کے بڑے بڑے پنڈتوں اور بدھ مذہب کے عالموں کو اس میں مدعو کیا تو اکثر مذہبی پیشواؤں نے محمدؒ بن قاسم کے سامنے اسلام کے متعلق اور پیغمبر اسلام کے متعلق اپنے شکوک و شبہات ظاہر کئے ان سوالات میں دو سوال نہایت اہم تھے۔ ایک تو یہ کہ اسلام باوجود اس کے کہ خالص خدا پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن پھر بھی کلمہ شہادت اذان اور نمازمیں خدا کے نام کے ساتھ ہی حضرت محمدؐ کا نام بھی آتا ہے۔ کیا (نعوذ باللہ) یہ شرک نہیں؟ دوسرا سوال یہ تھا۔ کہ پیغمبر صاحب جب دعوت اسلام اور اشاعت حق کے لئے دنیامیں تشریف لائے تھے۔ تو انہوں نے بیویاں کیوں کیں کیا (نعوذ باللہ) اس سے اُن کی عیش پسندی ثابت نہیں ہوتی؟ ان سوالات کو سُنکر غازی محمدؒ بن قاسم کھڑے ہوئے اور قرآن مجید کی آیت اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الْاِسلَامُ پڑھکر وعظ کہنا شروع کیا۔ اس وعظ کا خلاصہ یہ ہے۔

بھائیو! صداقت اور راستبازی اور حق پسندی دنیا میں ایک قابل قدر اور قابل احترام چیز ہے۔ جو شخص حق و صداقت پیش نظر نہیں رکھتا اور راستبازانہ زندگی بسر نہیں کرتا وہ حقیقی طور پر اور صحیح معنوں میں انسان نہیں بلکہ شیطان ہے۔ بحمد اللہ میں ایک مسلم ہوں۔ اسلام میرا مذہب ہے۔ میں اسلام کو تمام مذاہب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اور محض خوش عقیدگی یا مسلمان والدین کے گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں)۔

بلکہ اپنی تحقیق کی بنا پر میں نے شروع میں کہا ہے۔ کہ انسان کو راستباز اور حق پسند ہونا چاہیے۔ میں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ اگر اسلام حق مذہب نہ ہوتا۔ اور اس کی صداقت اظہر من الشمس نہ ہوتی تو میں ہرگز اس کی تائید اور حمایت نہ کرتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک حق مذہب ہے۔ اسلام کی ہر بات میں صداقت ہے۔ اور اسلام ہی تنہا وہ مذہب ہے جسکے اتباع سے انسان آخرت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

بھائیو! اسلام نے اللہ تعالےٰ کی توحید کے متعلق جیسی پاکیزہ اور اعلیٰ تعلیم دی ہے۔ کسی مذہب نے نہیں دی۔ اور اسی بحث میں اسلام کی درخشاں صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ زمین و آسمان جن و انس اور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ اس کو اللہ کہتے ہیں۔ وہ ہمارا خالق و مالک اور معبود حقیقی ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت اور قابل پرستش نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ تمام حاجتوں اور ضرورتوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اس کے ارادوں میں دخل دینے کی کسی کی مجال نہیں۔ سب اسکے محتاج ہیں۔ اور وہ کسی کا محتاج نہیں وہ اپنے بندوں کو پالتا روزی دیتا اور طرح طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ پس سب کو اسی کی عبادت اور پرستش کرنی چاہیئے بھائیو یہ وہ تعلیم ہے۔ جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔ کیا اس سے بہتر اور اس سے اعلیٰ کسی مذہب نے تعلیم دی ہے۔؟

میرے بعض غیر مسلم بھائیوں نے اس وقت دو اعتراضات اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق پیش کئے ہیں۔ پہلے اعتراض کے متعلق عرض

ہے۔ کہ پیغمبر اسلام سے پیشتر جتنے پیغمبر اور ہادی دنیا میں آئے۔ ان کے متبعین نے جوش عقیدت میں ان کو خدا یا خدا کا شریک یا خدا کا بیٹا بنا لیا۔ پیغمبر اسلام نے اس خطرہ کو محسوس کیا اور اسلام چونکہ دنیا کے آخری لمحہ تک قایم رہنے والا مذہب ہے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت تھی۔ کہ پیغمبر کی اصلی حیثیت کو ظاہر کر دیا جائے اور خدا کی توحید کو دلوں میں راسخ کیا جائے۔ اسلام نے اپنے سب سے پہلے اقرار نامے یعنی کلمۂ شہادت میں اقرار توحید کے ساتھ ہی اس بات کا اقرار کرایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے شریک یا خدا کے بیٹے یا خدا نہیں ہیں۔ بلکہ خدا کے بندے ہیں۔ خدا کے محتاج ہیں۔ اور خدا نے ان کو دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔ اذان میں پکار کر اس حقیقت کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے ہیں۔ اور نماز میں بھی اس بات کا اقرار کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مستحق عبادت اور لائق پرستش نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کے بندے ہیں۔ اور اللہ کے محتاج ہیں۔

بھائیو! اس اقرار کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ مسلم قوم خالص خدا پرست ہے۔ اور عقیدۂ توحید پر قائم ہے۔ اور کوئی مسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا یا خدا کا شریک یا خدا کا بیٹا نہیں کہتا بلکہ ان کو خدا کا بندہ یقین کرتا ہے۔ ان حالات میں تم ہی بتاؤ کہ یہ شرک ہے۔ یا ازالۂ شرک ہے

دوسرا اعتراض میرے غیر مسلم دوستوں نے یہ کیا ہے۔ کہ حضرت پیغمبر اسلام دنیا میں اصلاح و ہدایت کے لئے تشریف لائے تھے پھر انہوں نے نو عورتوں سے کیوں شادی کی اور کیا اس سے انکی

عیش پسندی ثابت نہیں ہوتی ؟
میرے بھائیو! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے نہایت محتاط نہایت پاکباز اور مقدس تھے۔ پچیس سال کی عمر میں ایک چالیس سال کی خاتون سے انہوں نے شادی کی انکی پاکبازانہ زندگی کو دیکھکر ان کے ہموطن اور ان کے اہل خاندان ان کو امین اور صادق کہتے تھے۔ اور نبوت سے پہلے بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ پچاس برس کی عمر تک حضور سرور عالم نے صرف ایک بیوی پر قناعت کی اگر ہمارے آقا و مولا عیش پسند ہوتے تو عہد شباب میں شادیاں کرتے۔ عہد شباب صرف ایک بیوی کے ساتھ گزر گیا۔ اور جب بڑھاپا آیا تو پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے ضرورتاً اور مصلحتاً چند شادیاں کیں۔ آپ سوال کریں گے۔ کہ ضرورت اور مصلحت کیا تھی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت سرور عالم جس طرح مردوں میں اسلام کی اشاعت کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح عورتوں میں بھی تبلیغ و اشاعت مقصود تھی۔ عورتوں میں تبلیغ کے لیئے عورتوں کی ضرورت تھی۔ بس آپنے آٹھ عورتوں سے نکاح کیا۔ اور ان کے مصارف کے کفیل ہوئے۔ اور ان کے ذریعہ سے عورتوں میں اسلام کی اشاعت کی صحیح روایتوں سے یہ ثابت ہے۔ کہ ایک بیوی کے علاوہ حضور کی سب ازواج سن رسیدہ اور بیوہ تھیں ان حالات میں حضور سرور عالم پر عیش پسندی اور نفس پرستی کا الزام عائد کرنا صریح ناانصافی ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت کی غرض سے حضور نے ازدواج کا دائرہ وسیع کیا۔

اس تقریر سے محمد بن قاسم کی فصاحت۔ مذہبی معلومات اور روشن خیالی کا اندازہ ہو سکتا ہے (مولوی علی)

محمدؐ بن قاسم یقیناً سکندر سے بڑا تھا۔

محمدؒ بن قاسم اپنے کاموں کے اعتبار سے یقیناً سکندر اعظم سے کئی حصہ زیادہ بڑا تھا۔ اور اگر تاریخ اس کے ساتھ انصاف کرتی اور ۱۳۰۰ برس تک اسکو گم نامی میں نہ ڈالے رکھتی اور فردوسی اس کے لئے بھی کوئی شاہ نامہ لکھتا اور کوئی نظامی اس کے واسطے بھی سکندر نامہ لکھ دیتے تو آج محمدؒ بن قاسم تمام دنیا میں نپولین اور نادر اور تیمور ہی نہیں بلکہ سکندر اعظم سے کئی حصہ زیادہ نامور فاتح مانا جاتا۔

سکندر خونریز تھا۔ اس نے دنیا کو بے چین کردیا اس نے شہروں کو تباہ و مسمار کر ڈالا۔ اس کی تلوار نے اور ہتھیاروں نے لاکھوں انسان وحیوان کے سر کاٹ ڈالے۔ بیشمار عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا دیا۔ خوبصورت باغ خاک سیاہ کر ڈالے عالیشان محلوں کو زمین کا پیوند بنا دیا۔

مگر دیکھو مِن مومن سندر روپ محمدؒ بن قاسم کو دیکھو اس کے ہاتھ میں بھی تلوار تھی۔ اس کے ہاتھ میں بھی برچھا تھا۔ اس کی ران کے نیچے بھی گھوڑا تھا۔ وہ بھی حکمران تھا۔ وہ بھی سپہ سالار تھا۔ اس کے بازؤں میں بھی بل تھا زور تھا طاقت تھی اس کے جسم میں بھی جوانی کا خون تھا۔ اس کے دماغ میں بھی کم عمری کا غرور تھا اور گھمنڈ تھا۔ مگر اس نے خونریزی نہیں کی۔ اس نے کسی کا دل نہیں دکھایا۔ اس نے شہروں میں آگ نہیں لگائی۔ اس نے غیر مسلموں کے بت خانوں کو نہیں توڑا۔ اس نے گھر نہیں لوٹے اس نے عورتوں اور بچوں کو نہیں ستایا۔ اس نے

ہرے بھرے درختوں کو نہیں کاٹا اور اس نے لوگوں کے امن اور اطمینان اور راحت و بیفکری کے خلاف کوئی کام بھی نہیں کیا۔ ذرا سوچو وہ لڑنے آیا تھا۔ ذرا خیال کرو وہ سندھ پر کیوں چڑھا تھا۔ ہم کو اور تم کو اور سب کو معلوم ہے۔ کہ وہ بیگناہ عورتوں کو اور بیگناہ بچوں کو سندھ کے حکمران داہر کی سفاکانہ قید سے رہائی دلوانے آیا تھا۔ اُس نے اور اُس کے خسر حجاج بن یوسف نے اور اس کی گورنمنٹ اسلامی خلافت نے پہلے راجہ داہر کو خطوط کے ذریعہ اور سفارتوں کے ذریعہ بہت کچھ سمجھایا۔ اور ہر طرح سے نصیحت کی کہ وہ بیگناہ عورتوں کو اور بے گناہ بچوں کو رہا کر دے مگر جس طرح راجہ کنس غرور کے سبب اپنی بہن کے بیگناہ اور معصوم لڑکوں کو ہلاک کر ڈالتا تھا۔ اور اس کو رحم نہ آتا تھا۔ اسی طرح راجہ داہر کو مسلمان عورتوں اور مسلمان بچوں پر رحم نہ آیا اور اُس نے اُن مظلوموں کو قید سے رہائی نہ دی۔ عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایسی سفاکی کسی مذہب اور کسی قوم نے بھی جائز نہیں رکھی۔ مگر راجہ داہر نے مسلمان عورتوں اور مسلمان بچوں کو بلا قصور جیل میں مدتوں ہتکڑیاں بیڑیاں پہنا کر قیدی بنائے رکھا اور اسکو ذرا ترس نہ آیا۔

آخر راجہ داہر کے لئے بھی ایک کرشن مدنی انسان عرب سے چڑھ کر آیا۔ جو عمر کے لحاظ سے بھی سری کرشن سے مشابہ تھا۔ یعنی جیسے سری کرشن نے بارہ سال کی عمر میں اپنے ناموں اور جفاکار ماموں راجہ کنس کو ہلاک کیا تھا۔ اسی طرح محمد بن قاسم نے ۱۷ برس کی عمر میں سندھ کے کنس راجہ داہر کو میدان جنگ میں ہلاک کر ڈالا اور عورتوں اور بچوں

کو اس کے پنجۂ ظلم سے نجات دلوائی۔

ان سب باتوں سے پوری طرح ظاہر ہوگیا کہ محمدؐ بن قاسم مہاتما تھا۔ اور پریم اوتار تھا۔ کیونکہ اس نے ۱۷ برس کی عمر میں سندھ کو فتح کیا۔ مگر سوائے ان دشمنوں کے جو میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے اور کسی مغلوب دشمن پر محمدؐ بن قاسم نے اور اسکی فوج نے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور اپنی مفتوح قوم کی عورتوں کو اور بچوں کو اور انکی ملکیت اور مالیت کو اور اُن کے بت خانوں اور عبادت گاہوں کو اور ان کی آزادی کو ہر طرح سے محفوظ اور مامون رکھا۔

(از مضمون حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی)

رہے گی حشر تک شہرت محمدؐ ابن قاسم کی

(جناب ساغر صاحب نظامی ایڈیٹر رسالہ "پیمانہ")

علمبردار ہے دنیا محمدؐ ابن قاسم کی

فدا ہے کار ہے دنیا عقیدت دار ہے دنیا

محبت زار ہے دنیا ثنا کردار ہے دنیا

ابھی سرشار ہے دنیا محمدؐ ابن قاسم کی

وہ غازی سندھ میں آیا وہاں اسلام پھیلایا

عجب نغمہ بنیا گایا جو سارے ہند پر چھایا

حکومت تھی گرانمایا محمدؐ ابن قاسم کی

وہ اسلامی رواداری وہ جوشش وشان جباری

وہ خلق اور وہ ملنساری | وہ سطوت وہ فداکاری
وہ اصلاح گنہ گاری | محمدؐ ابن قاسم کی
حسین اور صاحب شوکت | متین اور دشمن نخوت،
وہ ہند و سندھ کی عظمت | وہ پہلا قائد ملت،
رہیگی حشر تک شہرت | محمدؐ ابن قاسم کی
وہ پہلی اپنی رائی کا | نہ جس نے بت کوئی توڑا
بنے تھے اس کے بت ہر جا | پجاری اس کی تھی دنیا
قبولیت تھی اک دریا | محمدؐ ابن قاسم کی
اگر تم جوش والے ہو | تو پھر ملت کے کام آؤ
محمدؐ ابن کے اٹھو بیٹھو، | ہلا دو ساری دنیا کو

کرو تقلید اسے بچو
محمد ابن قاسم کی

غازیٔ ہندوستان

(از جناب مولانا سیماب صاحب رقیؔ اکبرآبادی)

سب سے پہلے تو نے کھیلی بازیٔ ہندوستان
اے محمدؐ ابن قاسم غازیٔ ہندوستان
سولھویں سال آ کے ایراں میں گورنر ہو گیا
عمر سترہ سال تھی جب سندھ میں آنا پڑا
قیدِ داہر سے چھڑایا عورتوں کو جابجا

اور اپنے ہاتھ سے پھر قتل راجہ کو کیا
سب سے پہلے تو نے جیتی بازئ ہندوستان
اے محمدؐ ابن قاسم غازئ ہندوستان

وعظ سے تیرے کئی راجہ مسلماں ہوگئے
راؤ کا کا بھی شریک بزم ایماں ہوگئے
لاڈی رانی پر جو تیرے گن نمایاں ہوگئے
تجھ سے شادی ہوگئی کانٹے گلستاں ہوگئے
سب سے پہلے تو نے جیتی بازئ ہندوستان
اے محمدؐ ابن قاسم غازئ ہندوستان

ضوفشاں حسنِ ازل تھا تیری ہر اک شان میں
بت بنائے سب نے تیرے سندھ اور ملتان میں
تو نے بت ڈھائے نہ توڑے آکے ہندوستان میں
تو نے رسم جبر چھوڑی آکے اس میدان میں
سب سے پہلے تو نے جیتی بازئ ہندوستان
اے محمدؐ ابن قاسم غازئ ہندوستان

آہ تو نے زندگی پائی سکندر سے بھی کم،
ورنہ بڑھ جاتا سکندر سے ترا جاہ و حشم
تھا مسلماں تو۔ سکندر صاحب طبل و علم
ہندوؤں کو تو نے کشتی میں پچھاڑا ایک قلم
سب سے پہلے تو نے جیتی بازئ ہندوستان
اے محمدؐ ابن قاسم غازئ ہندوستان

ہو گیا حجاج بن یوسف کا جب دم انتقال۔
اک جماعت ہو گئی تجھ سے مخالف بدخصال
کر دیا تجھ کو شہید اے مرد میدان جدال
یاد ہے اب تک زمانہ کو ترا حسن و کمال
سب سے پہلے تو نے جیتی بازیٔ ہندوستان
اے محمدؒ ابن قاسم غازیٔ ہندوستان
سب سے پہلا ہند کا تھا تو مسلماں حکمراں
تو نے دی سن ترانوے ہجری میں وہ پہلی اذاں
تھا بھروسہ تجھ کو حق پر بسم دنیا تھا کہاں
ہے تری تقلید سامانِ حیاتِ جاوداں
سب سے پہلے تو نے جیتی بازیٔ ہندوستان
اے محمدؒ ابن قاسم غازیٔ ہندوستان

نامِ تو اے ابنِ قاسم تا قیامت زندہ باد،

(از جناب مولانا ابو الجمال عبد الودود صاحب بریلوی)

شمع حق تو نے جلائی آ کے کفرستان میں
نعرۂ تکبیر پھونکا تو نے ہندوستان میں
تجھ سے آبادی ہوئی اس خانۂ ویران میں
ہند میں داخل ہوا تھا تو اسی شعبان میں
نامِ تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

گونج اُٹھا یہ ملک تیرے نعرۂ تکبیر سے
تو نے آزادی عطا کی کفر کی زنجیر سے،
فتح حاصل کی ہے تو نے قوت شمشیر سے
یہ سعادت ملتی ہے انسان کو تقدیر سے،
نام تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

ابتدا تجھ سے ہوئی ہے ہند میں توحید کی
تو نے توڑیں بندشیں اصنام کی تقلید کی
رحمتِ حق نے بھی تیرے قصد کی تائید کی
اب ضرورت پھر ہے تیرے کام کی تجدید کی
نامِ تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

پڑ گیا ہے آج پھر خطرہ میں اسلامی مفاد،
ہمسے ہیں آمادۂ پیکار پھر اہل فساد،
اُن سے ہے درپیش ہم کو "صرف" تبلیغی جہاد
المدد اے روحِ قاسم المدد رب العباد
نام تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

ابن قاسم تھا فقط ایک سترہ سالہ جوان
فتح جس نے کر لیا دروازۂ ہندوستان
سندھ میں جس نے مٹائے کفر و باطل کے نشاں
لیں سبق اس واقعہ سے آجکل کے نوجوان
نام تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

نازشِ اسلام تھا تو اے عرب کے شہسوار

ہم منائیں گے تری اے ابنِ قاسم یادگار
جان سے پیارا ہے ہم کو دین کا عزّ و وقار
ہم کریں گے دفع باطل ہر طرح مردانہ وار
نام تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

غازی محمدؒ ابن قاسمؒ

(محمدؒ افضل خان بھٹی خلف الرشید جناب باکشتہ امرتسری)

فاتح ہند تو اے غازیٔ اسلام ہوا
تجھ پہ انعام خدا و ندِ ذوالاکرام ہوا

ہند میں تجھ سے منور ہوئی شمع اسلام
جلوہ آرائے جہاں پہ حرم اسلام ہوا

رہنمائی سے تری جانب راہ توحید
تیرا ممنون کرم بندۂ اصنام ہوا

سینکڑوں قتل ہوئے اور ہزاروں زخمی
دشمنِ دین ترے سامنے ناکام ہوا

تیغ سے تیری ہوا راجہ داہر مقتول
حملہ ور کفر پہ جب لشکرِ اسلام ہوا

تو نے ہر ایک کو دکھلائی رہ امن و اماں
سر زمین ہند کی گہوارۂ آرام ہوا

ہند میں آکے دیا تو نے مساوات کا درس
یہ وہ تھا لطف جو ہر اک کیلئے عام ہوا

تیری ہستی ہوئی مسلم کیلئے موجب فخر
باعث نازش اسلام ترا نام ہوا

تیرے اخلاق کا کیوں ہو نہ ثنا گر افضل
ہر عدو جس سے ترا بندۂ بے دام ہوا

اسلام کا جانباز سپہ سالار

محمد بن قاسم فاتح سندھ

مرحبا اے قاسم جانباز! اے شمشیر حق
آیا اس ظلمت کدہ میں بن کے تو تنویر حق
سندھ کے ہر ذرہ میں کندہ ترا افسانہ ہے.
تیرے دم سے غیرت فردوس یہ ویرانہ ہے
بادہ توحید سے پر تیرے دل کا جام تھا
تیرا ساقی مصطفےٰ تھا میکدۂ اسلام تھا
ہو گئیں خم تیرے آگے گردنیں اصنام کی
بن گئی بیک قضا جنبش تری صمصام کی
بحر و قلزم عزم راسخ میں ترے حائل نہ تھے
دیدۂ خود دار حسن و جاہ پر مائل نہ تھے ،
جادہ حق کی ترا ہر نقش پا تصویر تھی
تیری آمد زہق باطل کی نگہ تصویر تھی ،
ہے یہاں جو خاک تیرے لشکر جرار کی
اس سے ہو گی پھر سرشت اک مسلم دیندار کی
(محمود اسرائیلی)

وجدانی نشتر عرف سوز و گداز

اس کتاب میں اہل اللہ کیلئے راز و نیاز سوز و ساز سکون و اضطراب اور وجد و وصال کا ایک لازوال روحانی خزانہ ہے جسکی قدر و قیمت ملاخطہ ہی سے معلوم ہوسکتی ہے۔ اس کتاب کے مندرجہ ذیل حصے ہیں۔ **باب اوّل** میں کلمات الٰہی یعنی قرآن شریف کی آئتیں لکھی گئی ہیں۔ جن کے پڑھنے یا سننے سے وجد اور گریہ وزاری کی حالت اللہ کے بندوں پر طاری ہوتی رہی۔ اور جن کے سننے سے طبیعتوں نے یکلخت پلٹا کھالیا ہے۔ اور جن کے اثر سے چور قطب اور ڈاکو ولی اللہ اور کافر مومن بن گئے + **باب دوم** میں وہ عربی اشعار درج ہیں۔ جن پر اہل دل مردوں اور عورتوں کو وجد ہوا ہے۔ اور حالت وجد میں جو کیفیتیں ان سے ظاہر ہوئی ہیں۔ وہ سب اہل دل کے ازدیاد ایمان کا باعث ہیں + **باب سوم** میں وہ عربی اور فارسی اشعار درج ہیں۔ جو دم واپسین کی ارح مرنوالے کے آخری کلمات ثابت ہوئے۔ اور جن کے بعد وہ اور کوئی کلام کسی سے نہیں کرسکے **باب چہارم** میں وہ فارسی اشعار معہ اپنی پوری کیفیتوں کے درج ہیں۔ جن کے سننے یا پڑھنے سے اہل وجد صاحب دل اور اہل اللہ بزرگوں پر حالت وجد طاری ہوگئی تھی۔ یا جن کا وجد ہی کی حالت میں وصال ہوگیا تھا۔ **باب پنجم** میں اردو اشعار جمع کئے گئے ہیں۔ جن کے پڑھنے یا سننے سے سامعین یا خود پڑھنے والے پر ایک خاص اثر اور تغیر ہوا ہے۔ **باب ششم**۔ سب سے آخری حصہ ہے۔ جس میں وہ پنجابی اشعار جمع کئے گئے ہیں۔ جن کے سننے سے بعض واصل بحق ہوگئے ہیں۔ اور بعض پر خاص کیفیت طاری ہوگئی۔ قیمت ایکروپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ

ظفر برادرس تاجران کتب ظفر منزل لاہور

تاریخ حریت اسلام

اس قدر ضخیم کتاب کا چند ماہ کے اندر ہی ایک ایڈیشن ختم ہو جائے اور دوسرا
ایڈیشن چھپنے سے پیشتر ہی پانچ چھ سو کے قریب درخواستیں جمع ہو جائیں اس سے زیادہ اسکی
قبولیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ یہ فخر صرف تاریخ حریت اسلام ہی کو ہے۔ جسمیں زمانہ رسالت
عہد خلافت خلفائے بنی امیہ و عباسیہ عہد بنی بویہ و سلجوقیہ دولت ہسپانیہ و غزنویہ کے
ٹرکی۔ مصر الجزائر و مراکش اور فرمانروایان ہند و خاندان افاغنہ غلامان و عہد مغلیہ وغیرہ اور
مسلمان بادشاہان دکن۔ سندھ۔ گجرات کشمیر کے عہد ہائے گذشتہ کے راست باز حق گو حق پرست
بزرگوں کے حیرت خیز و جرات آفرین اور ولولہ انگیز استقلال اور جوش و ایثار کے حریت
آموز حالات اور عدل و انصاف حریت مساوات خدا ترسی و پاکیزہ نفسی کے حامی بادشاہوں
کے سبق آموز واقعات کے علاوہ پرستاران حق و صداقت اور فدائے مذہب و ملت عورتوں
کے سوانحات بھی درج ہیں۔ دوسرا ایڈیشن چار سو صفحہ سے زائد مجلد ہے۔ اس کتاب کے متعلق
جو رائیں ملک کے نامور علم دوست اصحاب اور ممتاز لیڈروں اور قومی اور اسلامی
اخبارات نے ظاہر کی ہیں۔ وہ مصنف کیلئے قابل فخر و عزت ہیں۔ یہ تاریخ قومی اور
اسلامی مدارس میں بطور انعام دی جاتی ہیں۔ بعض میں بطور نصاب داخل ہے۔ اور بعض میں
سپلیمنٹری ریڈر کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ پبلک اور اسلامی و نیشنل لائبریریوں نے
بھی اسکو خرید کیا ہے۔ اور سر رشتہ تعلیم پنجاب نے سکولوں اور لائبریریوں کیلئے اس کے
خریدنے کی سفارش کی ہے اس تاریخ کو ملک کے تمام برگزیدہ اصحاب نے اصلاحی لٹریچر میں
بہترین اضافہ تسلیم کیا ہے۔ قیمت تین روپے خرچ ڈاک ۶ر کل رقم (سہ ۶ر)

ملنے کا پتہ:۔ ظفر برادرس تاجران کتب ظفر منزل لاہور

(مشہور عالم پریس لاہور) باہتمام محمد یوسف پرنٹر